(ایاتہا ۱۳۵) (سورۃ طٰہٰ مکیۃ ۲۰) (رکوعاتہا ۸)

امام النحاس اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۂ طٰہٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام دارمی، ابن خزیمہ (التوحید میں)، العقیلی (الضعفاء میں)، طبرانی (الاوسط میں)، ابن عدی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ اور یٰس آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پڑھیں۔ جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: مبارک ہو اس امت کو جس پر یہ نازل ہوگا اور مبارک ہو ان سینوں کو جو انہیں محفوظ کریں گے اور مبارک ہو ان زبانوں کو جو ان کی تلاوت کریں گی۔(1)

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ سورت ذکر اول سے عطا کی گئی جس میں انعام کا ذکر ہے اور طٰہٰ اور حٰم کی سورتیں موسیٰ علیہ السلام کی تختیوں سے عطا کی گئیں اور فواتح القرآن (سورۂ فاتحہ) اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے سے عطا کی گئیں اور مفصل مجھے اضافی دی گئیں۔

امام ابن مردویہ نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت پر قرآن کا پڑھنا ساقط کر دیا جائے گا۔ وہ اس سے سوائے سورۂ طٰہٰ و یٰس کے کچھ بھی نہ پڑھیں گے۔ یہ دونوں سورتیں اہل جنت، جنت میں تلاوت میں کریں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

طٰهٰ ۝١ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝٢ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۝٣
تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى ۝٤ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ
اسۡتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ
الثَّرٰى ۝٦ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ۝٧ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ۝٨ وَهَلۡ اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ مُوۡسٰى ۝٩ اِذۡ رَاٰ
نَارًا فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّىۡۤ اٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ اَوۡ
اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝١٠ فَلَمَّاۤ اَتٰٮهَا نُوۡدِىَ يٰمُوۡسٰى ؕ ۝١١

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 477 (2450)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ الفردوس للدیلمی، جلد 1، صفحہ 162 (601)، بیروت

''طاہا۔نہیں اتارا ہم نے آپ پر یہ قرآن کہ آپ مشقت میں پڑیں۔ بلکہ یہ نصیحت ہے اس کے واسطے جو (اپنے رب سے) ڈرتا ہے۔ یہ اتارا گیا ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا فرمایا زمین کو اور بلند آسمانوں کو۔ وہ بے حد مہربان (کائنات کی فرمانروائی کے) تخت پر متمکن ہوا۔اسی کی ملک میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ گیلی مٹی کے نیچے ہے۔اور اگر تو بلند آواز سے بات کرے (تو تیری مرضی) وہ تو بلاشبہ جانتا ہے رازوں کو بھی اور دل کے بھیدوں کو بھی۔ الله (وہ ہے کہ) کوئی عبادت کے لائق نہیں، بغیر اس کے اس کے لیے بڑے خوب صورت نام ہیں۔اور (اے حبیب!) کیا پہنچی ہے آپ کو اطلاع موسیٰ کے قصہ کی؟۔ جب (مدین سے واپسی پر تاریک رات میں) آپ نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں کو کہا تم (ذرا یہاں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں لے آؤں تمہارے لیے اس سے کوئی چنگاری یا مجھے مل جائے آگ کے پاس کوئی راہ دکھانے والا۔پس جب آپ وہاں پہنچے تو ندا کی گئی اے موسیٰ''۔

ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم الله نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی الله علیہ وسلم پر جب ابتداء میں وحی کا نزول ہوا تو آپ صلی الله علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے اگلے حصے پر کھڑے ہوتے تھے، پس الله تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی طٰہٰ ﴿١﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤى ۔(1)

امام ابن مردویہ اور ابن جریر رحمہما الله نے حضرت ابن عباس رضی الله عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کفار نے کہا: یہ اپنے رب کی طرف سے مشقت میں مبتلا کیے گئے ہیں۔تو الله تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمادیا۔(2)

امام ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب رات کو قیام فرماتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ دیتے تاکہ نیند نہ آجائے۔اس پر الله تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: طٰہٰ ﴿١﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤى ۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ الله نے حضرت مجاہد رحمہ الله سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی الله علیہ وسلم اپنے آپ کو باندھ دیتے تھے اور ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کے اوپر رکھتے تھے تو الله تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

امام ابن مردویہ رحمہ الله نے حضرت علی رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿٢﴾ (مزمل) کا ارشاد نازل ہوا تو سرکار دو عالم صلی الله علیہ وسلم ساری رات قیام فرماتے حتی کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے، آپ کبھی ایک قدم پر کھڑے ہوتے تو کبھی دوسرے قدم پر، اس وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور یہ ارشاد سنایا طٰہٰ یعنی (اے محمد صلی الله علیہ وسلم) اپنے دونوں قدموں کو زمین پر رکھیے۔ ہم نے قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔پس الله تعالیٰ نے پھر یہ ارشاد نازل فرمایا: فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ (مزمل:20)۔

امام البزار رحمہ الله نے حسن سند سے حضرت علی رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی الله علیہ وسلم باری باری ہر قدم پر

1۔شعب الایمان، جلد2، صفحہ 186 (1497)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد16، صفحہ 157، دار احیاء التراث العربی بیروت 3۔تاریخ ابن عساکر، جلد4، صفحہ 143، دار الفکر بیروت

کھڑے ہوتے تھے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی: طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ قیام فرماتے تو ایک قدم پر کھڑے ہوتے اور دوسرا قدم اٹھا لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ نازل فرمائی یعنی اے محمد! اپنے دونوں پاؤں زمین پر رکھیے، ہم نے قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں قرآن پڑھتے تو بعض اوقات آپ ﷺ ایک پاؤں پر کھڑے ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے دونوں قدم زمین پر رکھو، ہم نے قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل کیا تو آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے قرآن کے ساتھ قیام کیا۔ کفار قریش نے کہا محمد ﷺ پر قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ اس کے ساتھ مشقت میں پڑ جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ ارشاد نازل فرمایا:۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے طٰہٰ کا معنی اے شخص! روایت کیا ہے۔ (1)

امام الحارث بن ابی اسامہ اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبطی زبان میں اس کا معنی اے شخص! ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبطی زبان میں طٰہٰ کا مطلب اے شخص! ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے ایک قول یہ روایت کیا ہے طٰہٰ یہ تیرے قول یا رجل کی طرح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبطی زبان میں طٰہٰ کا مطلب اے شخص! ہے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس کا معنی نبطی زبان کے حوالہ سے اے شخص! روایت کیا ہے۔ (2)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سریانی زبان میں اس کا معنی اے شخص! ہے۔ (3)

امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حبشی زبان کے مطابق یہ تیرے قول یا محمد! کی طرح ہے۔ (4)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ طٰہٰ کا معنی حبشی زبان میں یا رجل کی طرح ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابو صالح سے روایت کیا ہے کہ طٰہٰ کا کلمہ عربی سے بنایا گیا ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے یہ فواتح السور سے ہے۔

حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے فرمایا طاذی الطول سے ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو الطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 152 (11164)، دار الفکر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 157

3۔ ایضاً 4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 378، مکتبۃ النصر الحدیثہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرے دس اسماء ہیں، ابوالطفیل نے کہا: ان میں سے آٹھ میں نے یاد کر لیے ہیں: محمد، احمد، ابوالقاسم، الفاتح، الخاتم، الماحی، العاقب، الحاشر۔ سیف کا گمان ہے کہ ابوجعفر نے کہا باقی دو اسم طٰہٰ و یٰس ہیں۔

امام ابن مردویہ اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ذر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن مسعود کے سامنے طٰہٰ کو طاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا تو عبداللہ بن مسعود نے اس کی گرفت فرمائی اور کہا طاء مکسورہ ہے۔ اس شخص نے کہا اس کا معنی ہے تم اپنے قدم رکھو۔ عبداللہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پڑھتے تھے اور اسی طرح جبرئیل نے اس کو نازل کیا ہے۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے سب سے پہلے سورۂ طٰہٰ سیکھی۔ جب میں تلاوت کرتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے عائشہ! میں نے مشقت نہیں اٹھائی۔

امام بیہقی نے دلائل میں ابوصالح کے واسطہ سے ابن عباس سے روایت کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں پر قیام فرماتے تھے۔ اور طٰہٰ عک قبیلہ کی لغت میں یا رجل (اے انسان) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے ایک عک قبیلہ کے شخص کو یا رجل کہہ کر پکارا تو وہ میری طرف متوجہ نہ ہوا اور جب میں نے طٰہٰ کہا تو وہ میری طرف متوجہ ہوا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن خالد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے الضحاک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بنی مازن بن مالک کے ایک شخص نے کہا: قرآن کی کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں ہے۔ وہ قرآن کا قاری اور شاعر تھا۔ ضحاک نے اسے کہا تم یہ دعویٰ کرتے ہو تو طٰہٰ کا مطلب بتاؤ۔ اس نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے ہے جیسے طسم، حم، ضحاک نے کہا یہ نبطی زبان میں یا رجل کے معنی میں ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: طٰہٰ قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ قسم اٹھائی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت اٹھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا: **فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ** (مزمل: 20) کے قول کی طرح ہے۔ صحابہ کرام بھی نماز میں اپنے سینوں کو رسیوں سے باندھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے شخص! ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت برداشت کریں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو شقی نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت، نور اور جنت کی طرف راہنمائی کرنے والا بنایا۔ **اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى** فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب نازل فرمائیں اور اپنے رسولوں کو رحمت بنا کر مبعوث فرمایا، اس کے ذریعے بندوں پر رحم فرمایا تاکہ نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں اور جو کتاب اللہ سے سنیں اس سے نفع حاصل کریں۔ یہ قرآن تو نصیحت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے، اس میں حلال و حرام کا واضح بیان ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 268 (2965)، مکتبۃ النصر الحدیثۃ

امام ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب سے وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰی کا مطلب یہ روایت کیا ہے کہ ساتوں زمینوں کے جو نیچے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الثَّرٰی ہر تر اور گیلی چیز کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الثَّرٰی سے مراد وہ چٹان ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے، یہ سبز چٹان ہے اور وہ سجین ہے جس میں کفار کے اعمال کے رجسٹر ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الثَّرٰی سے مراد وہ مٹی ہے جو کھودی جائے۔

امام ابویعلی رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی، پھر پوچھا گیا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا تاریکی۔ پوچھا گیا تاریکی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ہوا، پوچھا گیا ہوا کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا الثَّرٰی، پوچھا گیا الثَّرٰی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا خالق کے علم کے ہاں مخلوق کا علم ختم ہو گیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: غزوۂ تبوک میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، تو ہمارے سامنے ایک طویل القامۃ شخص آیا، وہ نبی کریم ﷺ کے قریب آیا اور اس نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی، اور کہا آپ محمد (ﷺ) ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس شخص نے کہا میں آپ سے ایسے سوال کرنا چاہتا ہوں جنہیں اہل زمین میں سے صرف ایک یا دو شخص ہی جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہتا ہے پوچھ! اس نے کہا اے محمد (ﷺ) اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا مخلوق، اس نے پوچھا ان کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا زمین۔ پھر اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا مخلوق، اس نے کہا پھر اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا زمین، یہ سوال و جواب کا سلسلہ چلتا رہا حتی کہ ساتوں زمین کا ذکر آیا، اس شخص نے پوچھا ساتویں زمین کے نیچے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا چٹان، اس نے پوچھا چٹان کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا مچھلی، اس نے پوچھا مچھلی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا پانی، اس نے پوچھا پانی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا تاریکی۔ اس نے پوچھا تاریکی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ہوا۔ اس نے پوچھا ہوا کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا الثَّرٰی (گیلی مٹی)۔ اس نے پوچھا الثریٰ کے نیچے کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: اے سائل! اللہ کے علم کے پاس مخلوق کا علم ختم ہو گیا۔ جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا آپ نے سچ کہا، اے محمد! (ﷺ) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اگر آپ الثَّرٰی کے نیچے کسی چیز کا ذکر کرتے تو میں جان لیتا کہ آپ جادوگر اور کذاب ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر وہ شخص چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو یہ کون تھا؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ جبرئیل تھے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰی کے تحت روایت فرمایا ہے کہ السِّرَّ سے مراد وہ بات ہے جو ابن آدم اپنے دل میں چھپاتا ہے وَاَخۡفٰی سے مراد وہ بات ہے جو ابن آدم سے مخفی ہے جس کو وہ زمانہ مستقبل میں کرنے والا ہے جس کا ابھی تک اسے خود علم نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو پہلے ہو چکا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو ہونے والا ہے اسے بھی جانتا ہے، ایک شخص اور تمام مخلوق اس کی

بارگاہ میں برابر ہیں یعنی ایک نفس کی طرح جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان:28)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، السِّرَّ وہ ہے جسے تو جانتا ہے اور اَخْفٰی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ تیرے دل میں ڈالے گا جسے تو نہیں جانتا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابو الشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ وہ بھی جانتا ہے جو تو اپنے نہاں خانہ دل میں چھپائے ہوئے ہے اور وہ اسے بھی جانتا ہے جو تو کل کرنے والا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَخْفٰی سے مراد وہ پوشیدہ بات ہے جس کا خیال تیرے دل میں آیا ہے اور جس کا خیال تیرے دل میں نہیں آیا جو مستقبل میں ہونے والی ہے۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَخْفٰی سے مراد وسوسہ ہے اور السِّرَّ سے مراد وہ عمل ہے جو تم لوگوں سے چھپا کر کرتے ہو۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر ررحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے السِّرَّ وہ راز کی بات جو کسی غیر کے سامنے بیان کی گئی ہو اور اَخْفٰی جو ابھی نہاں خانہ دل میں انگڑائیاں لے رہی ہو۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر ررحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، السِّرَّ وہ بات ہے جو انسان اپنے گھر والوں سے بیان کر دیتا ہے اور اَخْفٰی جو ابھی تیرے دل میں ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر ررحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ السِّرَّ وہ بات ہے جو ابھی دل میں ہی ہے اور اَخْفٰی وہ بات جو ابھی تک ہوئی ہی نہیں مستقبل میں ہونے والی ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے السِّرَّ وہ بات ہے جو تو نے دل میں چھپا رکھی ہے اور اَخْفٰی جو ابھی تیرے دل میں بھی نہیں آئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت کے اسرار کو جانتا ہے اور اس کے رازوں کو ہم نہیں جانتے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اٰنَسْتُ کا معنی اَحْسَسْتُ (محسوس کرنا) روایت کیا ہے، اور هُدًى سے مراد یہ ہے کہ وہ ذات جو مجھے راہ دکھائے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى کہ میں کوئی ایسی ذات پالوں جو میری سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرے، موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ سردیوں کی رات میں سفر کر رہے تھے تو راستہ بھول گئے تھے۔

امام ابن المنذر رنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی هُدًى کا مطلب راستہ کی راہنمائی کرنے والا بیان کیا ہے۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 368 (1798)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 368 (1799)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ هُدًى کا معنی هادی ہے یعنی میں کوئی راہنما لوں جو پانی کی طرف میری راہنمائی کرے۔

امام احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تو اس کی طرف چل پڑے حتی کہ اس کے قریب جا کر ٹھہر گئے۔ وہ بہت بڑی آگ تھی جو شدید سبز درخت کے پتوں سے نکل رہی تھی۔ اس درخت کو علیق کہا جاتا ہے، آگ تیز سے تیز تر ہو رہی تھی لیکن درخت جل نہیں رہا تھا بلکہ اس کی سبزی اور حسن میں اضافہ ہو رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کھڑے دیکھ رہے تھے اور کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ انہوں نے سمجھا کہ درخت جل رہا ہے اور کسی آگ لگانے والے نے اسے آگ لگائی ہے۔ پس آپ نے دیکھا کہ درخت جل چکا ہے لیکن اس کی شدت کی ہریالی اس کی پانی کی کثرت اور اس کے پتوں کی کثافت نے آگ کو مکمل جلنے سے روکا ہوا ہے۔ آپ نے اس پر یقین کر لیا۔ آپ کھڑے تھے اس امید سے کہ اس درخت سے کوئی چیز گرے گی تو اس کی چنگاری لے جائیں گے۔ جب زیادہ وقت گزر گیا تو آپ نے آگ کی طرف سبز گھاس کو کیا جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ اس آگ کا شعلہ حاصل کرنا چاہتا تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ عمل کیا تو آگ آپ کی طرف مائل ہوئی گویا وہ آپ کا ارادہ رکھتی تھی۔ آپ پیچھے ہٹ گئے اور ڈر گئے۔ پھر دوبارہ لوٹے تو اس کے اردگرد چکر لگایا۔ آگ آپ کی طرف اور آپ آگ کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ وہ آگ بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی، موسیٰ علیہ السلام پر یہ معاملہ بڑا شدید گزرا اور بڑے متعجب ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے متعلق غور و فکر کرنے لگے۔ پھر فرمایا اس آگ سے شعلہ لینا ممکن نہیں ہے، لیکن اسے جلا نہیں رہی۔ پھر اتنی بڑی آگ آنکھ جھپکنے کی دیر میں بجھ گئی، موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا اس آگ کی کوئی شان ہے اور یہ طے کر لیا کہ یہ آگ مامورہ یا مصنوعہ ہے، آپ کو اس آگ کا کوئی پتہ نہ چلا کہ اس کی حقیقت کیا ہے، اس کو کون جلانے والا ہے اور اس کو کیوں جلایا گیا ہے؟ آپ حیران و ششدر کھڑے ہو گئے، سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ لوٹ جائیں یا ٹھہرے رہیں۔ اسی اثناء میں آپ نے اس درخت کی ٹہنیوں کو دیکھا تو وہ آسمان پر چھائی ہوئی سبزی سے بھی زیادہ سبز تھیں۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا کہ وہ تاریکیوں پر چھا رہی ہے۔ پھر وہ سبزی روشن ہوئی، زرد اور سفید ہوئی حتی کہ آسمان اور زمین کے درمیان ستون کی مانند پھیلنے والا نور بن گیا، اس پر نور سورج کی شعاع کی مثل تھا۔ آنکھیں اس نور کو دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ جب آپ اس کی طرف دیکھتے تو کیفیت یہ ہو جاتی کہ قریب ہے کہ آنکھیں اچک لے۔ اس وقت آپ کا خوف و ہراس اور زیادہ ہو گیا۔ آپ نے اپنی آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھ لیے اور زمین پر لیٹ گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی لیکن آپ نے اس وقت ایسی آواز سنی جو سننے والے نہیں سنتے۔ جب موسیٰ کلیم کا خوف اور ڈر زیادہ ہو گیا تو درخت سے آواز آئی: اے موسیٰ! آپ نے جلدی سے جواب دیا لیکن آپ کو معلوم نہ تھا کہ کون بلا رہا ہے اور آپ کے جلدی جواب دینے کی وجہ انسان سے انس حاصل کرنا تھا۔ آپ نے کئی بار کہا لبیک لبیک، میں تیری آواز سن رہا ہوں اور تیری حس محسوس کر رہا ہوں لیکن تیرا مکان نہیں دیکھتا، تو کہاں ہے؟ فرمایا میں

تیرے اوپر، تیرے ساتھ، تیرے پیچھے اور تیرے نفس سے زیادہ قریب ہوں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ آواز سنی تو جان گئے کہ یہ شانیں تو میرے رب کو ہی زیبا ہیں۔ آپ کو اس کا یقین ہوگیا۔ آپ نے عرض کی یا الٰہی! تو واقعی اسی شان کے لائق ہے۔ میں تیری کلام سن رہا ہوں یا تیرے پیغام رساں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ہی تجھ سے کلام کر رہا ہوں۔ تو میرے قریب آجا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ عصا پر رکھے پھر اس پر سہارا لے کر سیدھے کھڑے ہوگئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر کپکپی طاری تھی، اعضاء ادھر ادھر ہو رہے تھے اور پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، زبان بولنے سے رک گئی اور دل ٹوٹ رہا تھا۔ کوئی ہڈی دوسری ہڈی کو برداشت نہیں کر رہی تھی۔ آپ ایک مردہ شخص کی طرح تھے لیکن زندگی کے سانس جاری تھے۔ پھر اسی کیفیت میں رینگتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اس درخت کے قریب کھڑے ہوئے جس سے آپ کو آواز دی گئی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے، تو عرض کی هِيَ عَصَايَ یہ میرا ڈنڈا ہے فرمایا اس کے ساتھ تو کیا کرتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے اس سے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں کئی اور فوائد بھی ہیں جنہیں تو جانتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ڈنڈے کے فوائد یہ تھے کہ اس کی دو شاخیں تھیں اور ان شاخوں کے نیچے ایک کھونٹی سی بنی ہوئی تھی۔ جب کوئی ٹہنی لمبی ہوتی تو آپ اس کھونٹی کے ساتھ اسے جھکا لیتے اور جب آپ اس ٹہنی کو توڑنے کا ارادہ کرتے تو شاخوں کے ذریعے سے ٹیڑھا کر دیتے، آپ اس پر سہارا لیتے اور اس کے ساتھ بکریوں کے لیے پتے جھاڑتے، کبھی اسے اپنے کندھے پر رکھتے اور اس کے ساتھ اپنی کمان اپنا ترکش، اپنا لوٹا، اپنا کھیسہ اور اپنے کپڑے لٹکا لیتے، سایہ لینے کی ضرورت ہوتی تو اس پر کپڑا ڈال کر سایہ حاصل کرتے اور جب کبھی کنویں پر جاتے اور اس کی رسی چھوٹی ہوتی تو اس کو ڈنڈے کے ساتھ باندھتے۔ اسی طرح اس کے ساتھ اپنی بکریوں کا درندوں سے دفاع کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اسے زمین پر ڈال دے۔ آپ نے اسے پھینک دیا تو اسی وقت وہ بہت بڑا سانپ بن گیا، دیکھنے والوں نے اسے دیکھا اور یوں چلنے لگا گویا اسے کسی چیز کی تلاش ہے جسے وہ پکڑنا چاہتا ہے، وہ اونٹ کی مانند چٹان کے پاس سے گزرتا تو اسے نگل لیتا۔ وہ اپنے دانت کسی بڑے درخت کے تنے میں مارتا تو اسے جڑوں سمیت اکھیڑ دیتا، اس کی آنکھوں سے آگ نکلتی تھی۔ اس کی نوک بالوں کی کلغی بن گئی جس طرح ٹوٹنے والے ستارے ہوتے ہیں۔ اس کی دو شاخیں ایک وسیع کنویں کی طرح بن گئیں جن میں داڑھیں اور لمبے دانت تھے، اس کے دانتوں کے پسنے کی آواز تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو وَلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ (النمل: 10) آپ پیٹھ پھیر کر وہاں سے چل دیئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ آپ چلے گئے پھر غور سے دیکھا کہ سانپ سے وہ عاجز ہیں پھر اپنے رب کو یاد کیا اور حیا کی کیفیت میں کھڑے ہو گئے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! وہاں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام پر شدید خوف طاری تھا۔ فرمایا اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ، ہم اسے پہلی حالت پر لوٹا دیں گے، موسیٰ علیہ السلام پر ایک قمیص تھی۔ وہ آپ نے اپنے ہاتھ پر لپیٹ لی، موسیٰ علیہ السلام کو ایک فرشتے نے کہا جناب! جس مصیبت سے آپ بچنا چاہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس کا حکم فرما دیں تو کیا یہ کپڑا تمہیں اس مصیبت سے بچا سکتا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں، لیکن میں ضعیف اور کمزور ہوں اور میری تخلیق میں کمزوری

رکھی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کپڑا اتار دیا اور (خدا پر توکل کر کے) اپنا ہاتھ سانپ کے منہ پر رکھ دیا پھر آپ نے اس کی داڑھوں اور دانتوں کی آواز سنی، جب آپ نے اسے پکڑا تو وہ پہلے کی طرح ڈنڈا بن گیا اور آپ کا ہاتھ اس جگہ پر تھا جہاں پر سہارا لینے کے وقت دونوں شاخوں کے درمیان رکھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا قریب ہو جا۔ آپ قریب ہوتے گئے حتی کہ آپ نے درخت کے تنے کے ساتھ اپنی پیٹھ باندھ دی، آپ کا سارا خوف وہراس ختم ہو گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ ڈنڈے پر رکھے اور سر اور گردن کو جھکا لیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا میں نے آج تجھے اپنی بارگاہ میں اس جگہ کھڑا کیا ہے جہاں تیرے بعد کسی بشر کے لیے کھڑا ہونا مناسب نہ ہوگا، کیونکہ میں نے تجھے اپنا قرب خاص بخشا ہے کہ تو نے میرا کلام سنا اور تو میرے قریب ترین مکان میں ہے۔ پس تو میرا پیغام لے جا، بے شک تو میری آنکھ اور کان ہے اور تیرے ہاتھ میری قدرت اور نظر ہیں۔ میں نے تجھے اپنی سلطانی کا جبہ پہنایا تا کہ اس کے ذریعے سے میرے معاملے میں قوت مکمل کرے۔ تو میرے لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہے۔ میں نے تجھے اپنی مخلوق میں سے کمزور ترین مخلوق کی طرف مبعوث کیا ہے جو میری نعمتوں سے اکڑ گیا ہے اور میری تدبیر سے امن میں ہو گیا ہے، اسے دنیا نے دھوکا دیا ہے حتی کہ اس نے میرے حق کا انکار کیا ہے، میری ربوبیت کا بھی منکر ہو گیا ہے اور میرے علاوہ کو شمار کیا ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ وہ مجھے نہیں جانتا، مجھے اپنی عزت کی قسم! اگر وہ عذر اور حجت جو میں نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان رکھا ہے وہ نہ ہوتا تو میں اسے ایک جابر پکڑنے والے کی طرح پکڑتا، اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے سے آسمان، زمین پہاڑ اور سمندر سب ناراض ہو جاتے ہیں، اگر میں آسمان کو حکم دوں تو وہ اس پر کنکر برسا دے، زمین کو حکم کروں تو وہ اسے نگل لے، اگر میں سمندروں کو حکم کروں تو وہ اسے غرق کر دے، اگر میں پہاڑوں کو حکم دوں تو وہ اسے تباہ و برباد کر دے۔ لیکن وہ مجھ پر آسان ہے اور میری نگاہ کرم سے گر چکا ہے اور میرا حکم اس سے وسیع ہے اور میرے پاس جو کچھ ہے اس کی وجہ سے مستغنی ہوں اور میرا یہ حق ہے میں غنی ہوں میرے سوا کوئی غنی نہیں ہے۔ تم میرا اسے پیغام پہنچاؤ اور اسے میری عبادت اور میری توحید اور میرے نام کے اخلاص کی طرف بلاؤ اور اسے میری آیات سے نصیحت کرو اور میری سزا اور سختی سے اسے ڈراؤ اور اسے بتاؤ کہ میرے غضب کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکے گی۔ اور اس سے نرم لہجہ میں بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے اور اسے بتاؤ کہ میرا عفو اور مغفرت میرے غضب اور عقوبت سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ تجھے خوف میں نہ ڈالے جو میں نے اسے دنیا کا لباس پہنا رکھا ہے کیونکہ اس کی پیشانی میرے ہاتھ میں ہے، اس کی حرکت، اس کا بولنا اور اس کا سانس لینا سب میرے اذن سے ہے اور اسے کہو اپنے رب کی بات قبول کرے، وہ وسیع مغفرت والا ہے، اس نے تجھے چار سو سال سے مہلت دے رکھی ہے اور تو ہر وقت اسے جنگ کی مبارزت دیتا رہا تو اس کی مثل ہونے کا دعویٰ کرتا رہا اور اس کے راستہ میں اس کے بندوں کو روکتا رہا لیکن پھر بھی وہ تم پر بارش برساتا رہا، زمین سے تیرے لیے اناج اگاتا رہا، تجھے نہ بیماری لاحق ہوئی، نہ تو بوڑھا ہوا اور نہ محتاج ہوا اور تجھے مغلوب کیا گیا۔ اگر وہ چاہتا تو یہ سب کچھ وہ کر سکتا تھا اور وہ تجھ سے ساری نعمتیں سلب کر سکتا تھا۔ لیکن وہ بڑے حلم و بردباری والا ہے، خوب کوشش کرو، خود بھی اور اپنے بھائی کے ذریعے، تم دونوں اس سے جہاد کرنے کے پابند ہو۔ اگر میں چاہتا تو اس پر ایسا لشکر بھیجتا جس کے مقابلہ کی اسے

طاقت نہ ہوتی۔ میں ایسا بھی کرسکتا تھا لیکن میں نے اس لیے ایسا نہیں کیا تا کہ بندہ ضعیف جس کو نفس اور ہر نعمت کی کثرت نے مغرور بنا دیا ہے جان لے کہ چھوٹا سا گروہ میرے اذن سے بڑے گروہ پر غالب آ جاتا ہے اور میری طرف سے کوئی گروہ چھوٹا نہیں ہے۔ اور اس کی زیب وزینت اور ہر وہ چیز جس سے وہ لطف اندوز ہو رہا ہے تمہیں تعجب میں نہ ڈالے، تمہاری آنکھیں اس کے مال وزر کی طرف نہ اٹھیں کیونکہ وہ قریبی دنیا کی رونق وبہجت ہے اور وہ مترفین کی زینت ہے۔ اگر میں چاہتا تو تمہیں بھی دنیا کی زینت سے مزین کر دیتا، جسے فرعون بھی دیکھ کر جان لیتا کہ جو تمہیں دولت بخشی گئی ہے وہ اس سے عاجز ہے، میں ایسا کرسکتا تھا لیکن میں تمہیں دنیا کی زیب وزینت سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہوں۔ میں نے جو ان کے لیے جمع کر رکھا ہے وہ بڑھ رہا ہے، میں اپنے دوستوں کو اس دنیا کی نعمتوں اور خوشحالیوں سے دور رکھتا ہوں جس طرح چرواہا جو اپنی بکریوں پر شفیق ہوتا ہے، انہیں ہلاکت کی جگہوں سے دور رکھتا ہے۔ میں انہیں شکوہ اور غلیموں سے دور رکھتا ہوں جیسے شفیق چرواہا اپنے اونٹوں کو خطرناک جگہ پر بیٹھنے سے بچاتا ہے۔ اور یہ سب چیزیں انہیں عطا کرنا میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے لیکن یہ سب کچھ اس لیے ہے تا کہ وہ میری عزت وکرامت کو مکمل طور پر حاصل کر لیں اور اسے دنیا اور خواہش نفس نہ ورغلائے۔ جان لے کہ میری بارگاہ میں بندے دنیا کی زینت سے مزین نہیں ہوتے۔ میری بارگاہ میں دنیا سے عدم دلچسپی ہی بہتر ہے کیونکہ متقین کا لباس وہ ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں مثلاً سکینت، خشوع، سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:29) ''ان کا نشان ان کے چہروں میں سجدوں کا اثر ہے''۔ یہ لوگ میرے اولیاء ہیں۔ جب تو ان سے ملے تو ان کے لیے اپنے پر جھکا دئے اور ان کے لیے اپنے دل اور زبان کو نرم کر اور جان لے کہ جس نے میرے ولی کی اہانت کی یا اسے ڈرایا اس نے مجھے اعلان جنگ سنایا، وہ میرے سامنے خود آیا اور اس نے اپنے نفس کو کچلنے کے لیے مجھے دعوت دی۔ میں اپنے دوستوں کی بہت جلد مدد کرتا ہوں، پس وہ گمان کرتا ہے جو مجھے جنگ کی دعوت دیتا ہے یا مجھ سے دشمنی کرتا ہے یا مجھے عاجز کرنے کی کوشش کرتا ہے یا وہ گمان کرتا ہے جو مجھے مبارزت دیتا ہے کہ وہ مجھ سے سبقت لے جائے گا یا مجھ سے فوت ہو جائے گا، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں اپنے دستوں کے لیے دنیا وآخرت میں بدلہ لینے والا ہوں۔ اپنے دوستوں کی مدد کسی غیر کے سپرد نہیں کرتا۔ فرمایا: موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس اس شہر میں گئے جس کے اردگرد اس نے جنگل میں شیر باندھ رکھے تھے اور ان شیروں کی یہ کیفیت تھی کہ جس پر وہ چھوڑے جاتے۔ اسے کھا جاتے اور شہر کے اس جنگل میں چار دروازے تھے، موسیٰ علیہ السلام اس بڑے راستہ سے فرعون کے پاس گئے جو فرعون نے دیکھا ہوا تھا۔ جب شیروں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ لومڑیوں کی طرح چیخنے لگے، جو منتظم تھے وہ سب یہ عجیب کیفیت دیکھ کر بھاگ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف متوجہ ہوئے حتیٰ کہ اس دروازہ پر پہنچ گئے جس میں فرعون تھا۔ آپ نے اپنے عصا سے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے اون کا جبہ اور شلوار پہنی ہوئی تھی۔ جب دربار کے نگران نے آپ کو دیکھا تو اسے آپ کی جرأت سے بہت تعجب ہوا۔ اس نے آپ کو اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ اس نے مجھے کہا تجھے معلوم ہے کہ تو کس کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟ تو اپنے سردار کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو، میں اور فرعون سب میرے رب کے غلام ہیں۔ میں اس کا مددگار ہوں، اس نگران نے

دوسرے نگرانوں اور چوکیداروں کو موسیٰ علیہ السلام کے بارے بتایا۔ سب کو یہ خبر پہنچ گئی اور فرعون سے پہلے ہر نگران تھے۔ ان میں سے ہر نگران کے تحت حسب ضرورت لشکر تھا، حتی کہ موسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر فرعون تک پہنچ گئی۔ فرعون نے کہا اسے میرے پاس لے آؤ، جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا کیا تو مجھے جانتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ فرعون نے کہا اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا (الشعراء: 18) ''کیا ہم نے اپنے پاس بچپن میں تمہیں پالا نہ تھا''۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو وہ جواب دیئے فرعون نے کہا اسے پکڑلو، موسیٰ علیہ السلام نے جلدی سے اپنا عصا مبارک پھینکا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا۔ اس نے لوگوں پر حملہ کر دیا، لوگ اس سے شکست کھا گئے، پندرہ ہزار بندے مر گئے، بعض نے بعض کو مار ڈالا، فرعون شکست خوردہ ہو کر کھڑا تھا حتی کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر دو، ہم اس کا انتظار کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ مجھے تو تجھ سے مقابلہ کرنے کو کہا گیا ہے، اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھ پر داخل ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے اور اس کے درمیان میعاد مقرر کر دو اور اسے کہو کہ وہ خود میعاد مقرر کرے۔ فرعون نے کہا میں چالیس دن تک میعاد مقرر کرتا ہوں۔ اس نے ایسا کر دیا، حضرت وہب فرماتے ہیں: ڈر کی وجہ سے فرعون کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ پہلے چالیس دنوں میں ایک مرتبہ بیت الخلاء میں آتا تھا، اب جب کہ ہر روز چالیس مرتبہ آتا تھا۔ فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لائے، جب آپ شیروں کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کے سامنے دم دبا کر جھک گئے اور موسیٰ علیہ السلام کو الوادع کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چلے اور انہوں نے آپ پر کوئی حملہ نہ کیا اور نہ کسی اور اسرائیلی پر حملہ کیا۔(1)

اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾

''بلاشبہ میں تیرا پروردگار ہوں پس تو اتار دے اپنے جوتے، بے شک تو طویٰ کی مقدس وادی میں ہے۔ اور میں نے پسند کر لیا ہے تجھے (رسالت کے لیے) سو خوب کان لگا کر سن جو وحی کیا جاتا ہے۔ یقیناً میں ہی اللہ ہوں، نہیں ہے کوئی معبود میرے سوا، پس تو میری عبادت کیا کر اور ادا کیا کر نماز مجھے یاد کرنے کے لیے''۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے جوتے اتار دے کیونکہ وہ مردار گدھے کی جلد سے بنے ہوئے تھے، اس لیے انہیں اتارنے کا حکم دیا گیا۔(2)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نماز میں نعلین اتارنے کی کیا وجہ ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم اس لیے تھا کیونکہ وہ مردار گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے۔

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 79، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 369 (1800)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے جوتے مردار گدھے کے چمڑے کے بنے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا: کہ موسیٰ علیہ السلام کے قدم پاک جگہ کو مس کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے **فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ** فرماتے ہیں: آپ کے جوتے گھریلو گدھے کے چمڑے کے بنے ہوئے تھے۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ جن جوتوں کے اتارنے کا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا تھا وہ خنزیر کے چمڑے کے تھے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ یہ حکم اس لیے ملا تا کہ آپ کے قدم مقدس زمین کو مس کریں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود ابوموسی الاشعری کے گھر میں آئے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ ابوموسیٰ نے کہا اے ابوعبد الرحمٰن! آگے بڑھو (اور امامت کراؤ) کیونکہ آپ عمر میں بڑے ہیں اور علم بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: نہیں بلکہ آپ امامت کرائیں، ہم آپ کے گھر آئے ہیں۔ ابوموسیٰ آگے بڑھے اور جوتے اتار دیئے۔ جب نماز پڑھ چکے تو ابن مسعود نے کہا آپ نے جوتے کیوں اتارے تھے؟ کیا آپ وادی مقدس میں تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خفین اور نعلین میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔(1)

ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے المقدس سے مراد مبارک ہے اور طویٰ ایک وادی کا نام ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **الْمُقَدَّسِ** سے مراد طاھر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ **بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ** یہ فلسطین میں ایک وادی ہے جو دو دفعہ پاک کی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ارض مقدس ہے اور اس کو **طُوًى** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس زمین کی وادی سے موسیٰ علیہ السلام رات کو گزرے تھے۔ کہا جاتا ہے **طُوِيَتْ وَادِيْ كَذَا وَكَذَا الطَّاوِيْ مِنَ اللَّيْلِ وَارْتَفَعَ اِلٰى اَعْلَى الْوَادِيْ**۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **الْمُقَدَّسِ** کا مطلب المبارک ہے اور **طُوًى** وادی کا نام ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مبشر بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **طُوًى** اللہ کی ایک وادی ہے اور فرمایا: یہ وادی دو دفعہ برکت کے ساتھ لپیٹی گئی۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **طُوًى** کے تحت روایت کیا ہے کہ اس وادی میں ننگے پیر چلو۔(2)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی نجیح رحمہم اللہ نے **طُوًى** کے تحت روایت کیا ہے کہ زمین پر اپنے قدم لگاؤ یعنی ننگے پاؤں چلو جس طرح کعبہ میں ننگے پاؤں داخل ہوتے ہو۔ یہ برکۃ الوادی سے مشتق ہے۔ یہ سعید بن جبیر کا قول ہے اور مجاہد فرماتے ہیں: کہ **طُوًى** وادی کا نام ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 255 (9262)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 170، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے: طُوًى یہ ایک وادی ہے جو دو مرتبہ پاک کی گئی ہے، اس کا نام طُوًی ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے طُوًی کو طاء کے رفع کے ساتھ اور اس کے آخر میں تنوین پڑھتے تھے۔ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ انا لا اعذاب من قالها۔

امام ابن سعد، ابویعلی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ہوئے باہر نکلے تو انہیں بنی زہرہ کا ایک شخص ملا، اس نے پوچھا: اے عمر! کہاں جا رہا ہے؟ عمر نے کہا میں (نعوذ باللہ!) محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس شخص نے کہا تو بنی ہاشم اور بنی زمرہ سے کیسے امن میں ہوگا، عمر نے کہا میں تو تجھے بھی دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنا دین چھوڑ چکا ہے۔ اس شخص نے کہا میں تجھے ایک عجیب بات نہ بتاؤں؟ تیری بہن اور تیرے بہنوئی بھی دین چھوڑ چکے ہیں۔ حضرت عمر چنگھاڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور ان کے پاس خباب موجود تھے۔ جب خباب نے عمر کی آمد کی آہٹ سنی تو وہ گھر میں چھپ گئے، حضرت عمر اندر داخل ہوئے، یہ کہا میں تمہارے پاس سے آواز سن رہا تھا۔ وہ سورۂ طٰہٰ کی آیات پڑھ رہے تھے، بہن اور بہنوئی نے کہا تم بات کرو جو کرنا چاہتے ہو، عمر نے کہا: شاید تم اپنے دین سے پھر گئے ہو، بہنوئی نے کہا اے عمر! حق تیرے دین کے علاوہ دین میں ہے، عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹ پڑے اور اسے سختی سے روند ڈالا۔ بہن قریب آئی تا کہ اپنے خاوند کو چھڑائے تو عمر نے دھکا دے کر اس کا چہرہ زخمی کر دیا۔ عمر نے کہا مجھے وہ کتاب پیش کرو جو تمہارے پاس ہے میں اس کو پڑھتا ہوں۔ بہن نے کہا تو ابھی ناپاک ہے اور اس پاکیزہ کتاب کو ناپاک لوگ نہیں چھو سکتے، اٹھو وضو کرو۔ عمر اٹھے وضو کیا پھر کتاب کو پکڑا اور سورۂ طٰہٰ کی آیات اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ تک تلاوت کیں، عمر نے کہا میری محمد کے پاس جانے کے لیے راہنمائی کرو۔ خباب نے عمر کی بات سنی تو کمرے سے نکل آئے اور کہا اے عمر! مبارک ہو، میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو خمیس کی رات تیرے لیے دعا مانگی تھی وہ پوری ہوگئی ہے۔ سرکار ﷺ نے یہ دعا مانگی تھی اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِو بْنِ ہِشَامٍ۔ حضرت عمر گھر سے باہر نکلے اور سیدھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ (1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کے واسطہ سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔ جو خلوص دل کے ساتھ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دے گا وہ میرے حصن میں داخل ہو جائے گا اور جو میرے حصن (قلعہ) میں داخل ہو جائے گا وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 3، صفحہ 68-267، دار صادر بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ جب تو میرا ذکر کرے تو نماز پڑھ۔

امام احمد، عبد بن حمید، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی نماز کے وقت سویا رہے یا نماز بھول جائے تو جب اسے یاد آئے نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۔(1)

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آرہے تھے تو رات کا سفر تھا، صحابہ کرام کو نیند آگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کو بیٹھا دیا اور پڑاؤ کیا۔ پھر فرمایا اے بلال تو رات کو ہمارے اوپر پہرہ دے۔ فرماتے ہیں: پہلے تو بلال نماز پڑھتے رہے پھر اپنے کجاوے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور منہ مشرق کی طرف کر لیا، حضرت بلال کو نیند آگئی اور سو گئے۔ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی بیدار نہ ہوا حتی کہ سورج کی شعاعیں ان پر پڑیں۔ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: اے بلال! بلال نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان ہو جائے۔ مجھے بھی اس ذات نے پکڑے رکھا جس نے آپ کو پکڑے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے کوچ کرو پھر آگے جا کر آپ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا، وضو فرمایا پھر نماز کی تکبیر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھائی جس طرح نماز کے وقت میں پڑھتے تھے۔ پھر فرمایا جو نماز بھول جائے اسے جب نماز یاد آئے تو پڑھ لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ابن شہاب للذکری پڑھتے تھے۔(2)

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو نماز سے غافل رہے حتی کہ سورج طلوع ہو جائے یا سورج غروب ہو جائے، اس کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے، اچھی طرح وضو کرے، اچھے طریقے سے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، بس اس کا یہی کفارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (3)

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سمرہ بن یحییٰ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں عشاء کی نماز بھول گیا حتی کہ صبح ہو گئی۔ میں ابن عباس کے پاس گیا اور انہیں اپنی نماز کے بھولنے کے متعلق بتایا تو انہوں نے فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھ لو۔ پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ

امام عبد بن حمید نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تو نماز بھول جائے تو جب یاد آئے قضا کر لے۔

ابن ابی شیبہ نے شعبی اور ابراہیم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تو بھول جائے تو جونہی یاد آئے پڑھ لے۔(4)

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 6-5، صفحہ 163 (316)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 517 (3163)، دار الفکر بیروت

3۔ مجمع الزوائد، کتاب الصلوٰۃ، جلد 2، صفحہ 76 (1810)، دار الفکر بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 412 (4746)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو نماز کے وقت سو گیا یا نماز بھول گیا تو سورج کے طلوع اور غروب کے وقت جب اسے یاد آئے پڑھ لے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ فرماتے ہیں: جب تجھے نماز یاد آئے پڑھ لے خواہ کوئی بھی وقت ہو۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ سے پلٹے تو ہم ریتلی زمین پر اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہمارا پہرہ دے گا؟ حضرت بلال نے کہا میں۔ تمام صحابہ سو گئے حتی کہ ان پر سورج طلوع ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہی کرو جیسا تم پہلے کرتے تھے۔ اسی طرح اس شخص کے لیے حکم ہے جو سو جائے یا بھول جائے۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو جحیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں تھے جس میں تمام صحابہ سو گئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا، فرمایا تم مردہ تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہاری ارواح کو لوٹا دیا، پس جو نماز کے وقت سو یا رہے یا نماز بھول جائے تو جونہی اسے نماز یاد آئے نماز پڑھ لے اور جب بیدار ہو تو نماز پڑھ لے۔ (3)

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾

"بے شک وہ گھڑی (قیامت) آنے والی ہے، میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ بدلہ دیا جائے ہر شخص کو اس کام کا جس کے لیے وہ کوشاں ہے۔ پس ہرگز نہ روکے تجھے اس (کو ماننے) سے وہ شخص جو نہیں ایمان رکھتا اس پر اور پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور (ندا آئی) یہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! عرض کی (میرے رب!) یہ میرا عصا ہے، میں ٹیک لگاتا ہوں اس پر اور میں پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں کے لیے اور میرے لیے اس میں کئی اور فائدے بھی ہیں۔ حکم ہوا ڈال دے اسے زمین پر

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 412 (4743)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 411 (4736)

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 12-411 (4638)

اے موسیٰ! تو آپ نے اسے زمین پر ڈال دیا پس اچانک وہ سانپ بن کر (ادھر ادھر) دوڑنے لگا۔ حکم ہوا اسے پکڑ لو اور مت ڈرو، ہم لوٹا دیں گے اسے اپنی پہلی حالت پر۔ اور (حکم ملا) دبالو اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے، یہ نکلے گا خوب سپید ہو کر بغیر کسی بیماری کے۔ یہ دوسرا معجزہ (ہم نے تمہیں دیا) ہے۔ تا کہ ہم دکھائیں تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں۔ (اب) جائیے فرعون کے پاس وہ سرکش بن گیا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا کہ میں قیامت کی گھڑی کا اظہار کسی پر بھی نہیں کروں گا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَكَادُ اُخْفِيْهَا کے تحت روایت کیا ہے کہ میں نے اسے اپنے آپ سے بھی پوشیدہ رکھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے المصاحف میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل سماء اور اہل زمین میں سے ہر شخص پر اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔ ابن مسعود کی قرأت میں ہے اَكَادُ اُخْفِيْهَا مِنْ نَّفْسِيْ یعنی میں اپنے آپ سے چھپائے رکھتا۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: میں قیامت کے علم کو مخلوق سے چھپائے رکھتا حتیٰ کہ اگر میں اس کا علم اپنے آپ سے چھپا سکتا تو بھی میں ایسا کر دیتا (عرب جب کسی چیز کے پوشیدہ کرنے میں مبالغہ کا اظہار کرتے ہیں تو کہتے ہیں میں نے تیرے راز کو اپنے آپ سے چھپائے رکھا)۔

عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بعض قرأتوں میں اَكَادُ اُخْفِيْهَا مِنْ نَّفْسِيْ ہے فرماتے ہیں: میری عمر کی قسم! اللہ تعالیٰ نے قیامت کی گھڑی کا علم ملائکہ مقربین اور انبیاء و مرسلین سے مخفی رکھا۔ (1)

امام عبد بن حمید نے حضرت ابوصالح سے اَكَادُ اُخْفِيْهَا کا مطلب یہ بیان کیا: وہ اپنے آپ سے پوشیدہ رکھتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے حضرت ورقاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اَكَادُ اُخْفِيْهَا یعنی الف کے نصب، فاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھایا ہے اور اس صورت میں اس کا معنی ظاہر کرنا ہوگا۔ پھر فرماتے ہیں: شاعر نے اس معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے:

دَاْبَ شَهْرَيْنِ ثُمَّ شَهْرًا دَمِيكًا مَادمیکین يُخْفِيَانِ غُمَيْرًا

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے حضرت الفراء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابی بن کعب کی قرأت میں اَكَادُ اُخْفِيْهَا مِنْ نَّفْسِيْ فَكَيْفَ اُطْلِعُكُمْ عَلَيْهَا "میں اسے اپنے آپ پوشیدہ رکھتا ہوں تو تمہیں اس پر کیسے مطلع کرتا ہوں"۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى کے تحت روایت کیا ہے تا کہ ہر شخص کو اپنے عمل کا ثواب دیا جائے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 174، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی سے اور ابن شرمہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ خواہش کو ھویٰ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ انسان کو آگ میں گرا دیتی ہے (ھوٰی یَھْوِیْ کا مطلب گرنا ہوتا ہے)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو عصا ایک فرشتے نے دیا تھا جب کہ وہ مدین کی طرف جارہے تھے، وہ عصا رات کو روشنی دیتا تھا اور آپ اسے زمین پر مارتے تو سبزہ اگ پڑتا اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں کے پتے جھاڑتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے قَالَ هِیَ عَصَایَ ۚ اَتَوَكَّؤُا کے تحت روایت کیا ہے کہ جب آپ اپنی بکریوں کے ساتھ جاتے تو اس پر سہارا لیتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِیْ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کو درخت پر مارتا ہوں تو اس سے پتے میری بکریوں پر گرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَهُشُّ کا مطلب انسان کا اپنے ڈنڈے سے درخت کے پتے جھاڑنا اور پھر پتوں کا گر پڑنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اَهُشُّ کا مطلب ڈنڈے کو حرکت دینا ہے تاکہ پتے گر پڑیں اور الخبط کا مطلب جھاڑنا ہے تاکہ پتے گر پڑیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اَهُشُّ کا مطلب یہ ہے انسان کا اپنی کھونٹی کو ٹہنی پر رکھنا پھر اسے حرکت دینا ہے تاکہ اس کے پتے اور پھل گر پڑیں اور لکڑی کو توڑنا نہیں ہوتا۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِیْ کے تحت روایت کیا کہ میں اس کے ساتھ پتے جھاڑتا ہوں۔ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى اور میری اس میں دوسری حاجات بھی ہیں۔ (1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ مَاٰرِبُ اُخْرٰى سے مراد دوسری حوائج ہیں۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے بھی مَاٰرِبُ کا مطلب حاجات اور منافع روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَاٰرِبُ سے مراد حوائج ہیں یعنی میں اس پر اپنے زاد راہ کا جھولا اور مشکیزہ اٹھاتا ہوں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى یہ آپ کے لیے رات کو روشنی کرتا تھا اور یہ آدم علیہ السلام کا عصا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰى فرماتے ہیں: وہ ڈنڈا پہلے سانپ نہیں تھا پھر سانپ بن گیا، کسی درخت سے گزرتا تو اسے کھا جاتا اور کسی چٹان سے گزرتا تو اسے نگل

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 371 (09-1808)، دار الکتب العلمیہ بیروت

جاتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام چٹان کی اس میں گرنے کی آواز سنتے تھے وَّلّٰی مُدْبِرًا (النمل:10) آپ پیٹھ پھیر کر بھاگے تو آواز دی گئی اے موسیٰ! اسے پکڑ لو آپ نے نہ پکڑا تو دوسری مرتبہ آواز آئی پکڑ لو اور ڈرو مت۔ پھر تیسری مرتبہ کہا گیا بے شک تم ہر خطرہ سے محفوظ ہو۔ اس کے بعد موسیٰ نے اسے پکڑ لیا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی کا مطلب پہلی حالت روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے پہلی ہیئت معنی روایت کیا ہے۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلٰى جَنَاحِكَ یعنی اپنی ہتھیلی اپنے بازو کے نیچے داخل کرو تو وہ نکلے گی سفید بغیر کسی مرض کے یعنی برص کی بیماری کے بغیر۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے ابن عباس سے مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ کا معنی مِنْ غَيْرِ بَرَصٍ روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ باہر نکالا تو وہ چراغ کی طرح تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ ان کی اپنے رب سے ملاقات ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى تاکہ ہم دکھائیں تمہیں اپنی بڑی بڑی نشانیاں۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً
مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ
اَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿٣١﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ
كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ
سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى
اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ
الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً
مِّنِّيْ ڬ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى
مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ڛ وَقَتَلْتَ
نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ڛ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ
مَدْيَنَ ڏ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 184، داراحیاء التراث العربی بیروت

اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ
طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا
نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ
اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى
مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾

”آپ نے دعا مانگی اے میرے پروردگار! کشادہ فرمادے میرے لیے میرا سینہ۔ اور آسان فرمادے میرے لیے میرا یہ (کٹھن) کام۔ اور کھول دے گرہ میری زبان کی۔ تاکہ اچھی طرح سمجھ سکیں وہ لوگ میری بات۔ اور مقرر فرما میرا وزیر میرے خاندان سے۔ یعنی ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔ مضبوط فرمادے اس سے میری کمر۔ اور شریک کردے اسے میری (اس) مہم میں۔ تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں۔ اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں۔ بے شک تو ہمارے (ظاہر و باطن کو) خوب دیکھنے والا ہے۔ جواب ملا منظور کر لی گئی ہے آپ کی درخواست اے موسیٰ! اور ہم نے احسان فرمایا تھا تم پر ایک بار پہلے بھی۔ جب ہم نے وہ بات الہام کی تھی تمہاری ماں کو جو الہام ہی کیے جانے کے قابل تھی۔ یہ کہ رکھ دو اس معصوم بچے کو صندوق میں پھر ڈال دو اس صندوق کو دریا میں، پھینک دے گا اسے دریا ساحل پر پھر پکڑے گا اسے وہ شخص جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے اور (اے موسیٰ!) میں نے پرتو ڈالا تجھ پر محبت کا اپنی جناب سے (تاکہ جو دیکھے فریفتہ ہو جائے) اور (اس تدبیر کا منشا یہ تھا) کہ آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے۔ یاد کرو جب چلتے چلتے آئی آپ کی بہن اور کہنے لگی (فرعون کے اہل خانہ سے) کیا میں بتاؤں تمہیں وہ آدمی جو اس کی پرورش کر سکے پس (یوں) ہم نے آپ کو لوٹا دیا آپ کی ماں کی طرف تاکہ آپ کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرے اور غم ناک نہ ہو اور (تمہیں یاد ہے جب) تو نے مار ڈالا تھا ایک شخص کو پس ہم نے نجات دی تھی تمہیں غم و اندوہ سے اور ہم نے تمہیں اچھی طرح جانچ لیا تھا پھر تم ٹھہرے رہے کئی سال اہل مدین میں پھر تم آ گئے ایک مقررہ وعدہ پر اے موسیٰ! اور میں نے مخصوص کر لیا ہے تمہیں اپنی ذات کے لیے۔ اب جائیے آپ اور آپ کا بھائی میری نشانیاں لے کر اور نہ سستی کرنا میری یاد میں۔ آپ دونوں جائیں فرعون کے پاس وہ سرکش بنا بیٹھا ہے۔ اور گفتگو کریں اس کے ساتھ نرم انداز سے شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے۔ دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب! ہمیں یہ خوف ہے کہ وہ دست درازی کرے گا ہم پر یا سرکشی سے پیش آئے گا۔ ارشاد ہوا ڈرو نہیں میں یقیناً

تمہارے ساتھ ہوں (ہر بات) سن رہا ہوں اور (ہر چیز) دیکھ رہا ہوں۔ پس (بے خوف وخطر) اس کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ ہم دونوں تیرے رب کے فرستادہ ہیں پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور انہیں (اب مزید) عذاب نہ دے، ہم لے آئے ہیں تیرے پاس ایک نشانی تیرے رب کے پاس سے اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے''۔

امام ابن مردویہ، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ثبیر پہاڑ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ دعا مانگتے ہوئے دیکھا تھا: اَشْرِقْ ثَبِيْرُ اَشْرِقْ ثَبِيْرُ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ بِمَا سَاَلَكَ اَخِیْ مُوْسٰى اَنْ تَشْرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَاَنْ تُيَسِّرَ لِیْ اَمْرِیْ وَاَنْ تَحُلَّ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ الخ۔

امام السلفی رحمہ اللہ نے الطیوریات میں ایک کمزور سند کے ساتھ حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ الخ تو رسول اللہ ﷺ ایک پہاڑ کے اوپر تھے۔ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ اَزْرِیْ بِاَخِیْ عَلِیٍّ، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ آپ نے یہ دعا اس لیے فرمائی کہ آگ کا انگارہ منہ میں داخل کرنے کی وجہ سے آپ کی زبان پر گرہ بن گئی تھی۔ جب فرعون کو داڑھی سے آپ نے پکڑا تھا تو اس نے کہا یہ میرا دشمن ہے، اس کی بیوی نے کہا یہ تو بے سمجھ بچہ ہے، وہ فرعون کے تشدد اور عقوبت کو دور کرنے کے لیے دو تھال لے کر آئی، ایک میں انگارے تھے اور دوسرے میں جواہر اور موتی تھے تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈال دیا تھا'' اس نے کہا دیکھو اگر اسے سمجھ ہوتی تو جواہر اٹھاتا''۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہارون عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔

امام ابن المنذر اور ابن حاتم نے حضرت عطیہ سے اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ میری کمر کو مضبوط کر دے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ یعنی ہارون کے ساتھ میری اس مہم کو قوت دے اور مضبوط کر کیونکہ ان کے ساتھ مجھے قوت حاصل ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو اس وقت نبی بنایا گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنایا گیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں جانتا ہوں کہ دنیا میں کوئی بھی بھائی اپنے بھائی کے لیے نفع بخش ہوتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے بھائی کے لیے نبوت کا سوال کیا تھا (تو وہ بھی ان کے لیے نفع بخش ہوگا) حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ سچ کہہ رہا ہے۔

امام حاکم نے وہب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ہارون بولنے میں فصیح تھے، وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے اور علم اور حلم کے انداز میں گفتگو کرتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ قامت کے اعتبار سے لمبے تھے اور عمر میں بڑے تھے، گوشت

بھی ان کا زیادہ تھا، ان کا جسم زیادہ سفید تھا اور ان کی تختیاں بھی زیادہ بڑی تھیں، موسیٰ علیہ السلام کے بال گھنگھریالے تھے، آپ کا رنگ گندمی تھا، آپ بھی لمبے تھے، گویا آپ شنوأہ قبیلہ کے مردوں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر اس کے دائیں ہاتھ میں نبوت کی علامت ہوتی تھی، لیکن ہمارے نبی مکرم ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ (1)

امام عبد بن حمید نے حضرت عاصم بن ابی النجود سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت میں تمام کافات پر نصب پڑھتے تھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وہ تمام کافات کو جزم دیتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الْيَمِّ سے مراد دریائے نیل ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی محبت کا عکس ڈال دیا تو جو آپ کو دیکھتا آپ کی محبت میں فریفتہ ہو جاتا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ میں نے تجھے اپنے بندوں کا محبوب بنا دیا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حضرت آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کو دیکھا تو اسے بڑا حسین اور ملیح پایا۔ اس وقت اس نے فرعون سے کہا قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ (القصص:9) "(اے میرے سرتاج!) یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرنا"۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو رجاء سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں ملاحت اور حلاوت رکھ دی تھی۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس قول کے تحت روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں میں ایسی حلاوت رکھ دی تھی کہ جو بھی آپ کو دیکھتا آپ سے محبت کرتا۔ (2)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کہ میں عبد اللہ بن عمر کے ساتھ تھا لوگ ان سے ملاقات کرتے تو انہیں سلام کرتے اور آپ کی تعریف کرتے اور آپ کے لیے دعا کرتے ابن عمر ہنستے تھے، جب لوگ چلے گئے تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ لوگ آتے ہیں حتیٰ کہ اگر میں انہیں سونا اور چاندی عطا کروں تو پھر بھی اس سے زیادہ میرا احترام نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابونہیک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ کا مطلب لِتُعْمَلَ عَلٰى عَیْنِیْ ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو عمران الجونی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی نظر عنایت کے ساتھ اس کی تربیت کرے۔

عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے اسے غذا دے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے موسیٰ! تم میری

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 631 (14105)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 61، صفحہ 23، دار الفکر بیروت

نظر عنایت کے سامنے تھے جب تیری والدہ تابوت میں رکھ رہی تھی اور تجھے دریا میں ڈال رہی تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن مردویہ اور الخطیب نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے: موسیٰ علیہ السلام نے جو آل فرعون سے ایک شخص کو قتل کیا تھا وہ قتل خطا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ یعنی نفس کو قتل کرنے کے غم سے ہم نے تجھے نجات دی۔ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا اور تجھے پوری طرح بچالیا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ہم نے تجھے آزمائش میں ڈالا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا یعنی ہم نے آپ کو نعمت کے ذریعہ آزمایا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا یعنی ہم نے تمہیں آزمایا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا اس سے مراد آپ کو تابوت میں ڈالا جانا اور پھر دریا میں ڈالا جانا ہے پھر آل فرعون کا آپ کو اٹھالینا، پھر آپ کا خوف زدہ ہو کر نکل جانا ہے۔

امام ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں، عبد بن حمید، نسائی، ابو یعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس سے وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ابن جبیر کل صبح سویرے آنا کیونکہ یہ بڑا طویل واقعہ ہے (اور اس کا بڑا طویل پس منظر ہے) دوسرے دن صبح میں ابن عباس کے پاس گیا تا کہ انہوں نے جو مجھ سے فتون کے بارے میں بتانے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کرلوں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: فرعون اور اس کے حواریوں نے اس مسئلہ پر بحث کی کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی اولاد سے انبیاء اور بادشاہ بنائے گا۔ فرعون کے کسی حواری نے کہا کہ بنی اسرائیل اس بات کے منتظر رہتے ہیں اور انہیں اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ یوسف بن یعقوب کو اپنا نجات دھندہ سمجھتے تھے پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ فرمایا ہے یہ تو وہ نہیں ہے، فرعون نے کہا تم کیا رائے رکھتے ہو۔ تمام نے مشورہ کیا اور اس بات پر متفق ہوئے کہ بہت سے افراد بھیجے جائیں جن کے ہاتھوں میں چھریاں ہوں۔ وہ بنی اسرائیل میں چکر لگائیں جو بچہ پائیں اسے قتل کر دیں، پس انہوں نے ایسا ہی کیا پھر جب انہوں نے دیکھا کہ بڑے تو اپنی عمر پر مر رہے ہیں اور چھوٹوں کو ذبح کیا جا رہا ہے تو انہوں نے کہا ہو سکتا ہے بنی اسرائیل بالکل ختم ہو جائیں، جو خدمت کا فریضہ بنی اسرائیل ادا کرتے ہیں ہمیں وہ خود کرنا پڑے گا۔ پس ایک سال تو ان کا ہر بچہ قتل کر دو اور ایک سال ان کا کوئی بچہ قتل نہ کیا جائے۔ اس طرح ان کے بیٹوں کی تعداد کم ہو جائے گی پس جو بڑے مر جائیں گے ان کی جگہ یہ چھوٹے جوان آجائیں گے اس طرح وہ زیادہ بھی نہیں ہوں گے کیونکہ تمہیں ان کی کثرت سے بھی خطرہ ہے، پس وہ قتل ہونے کے ساتھ کم بھی نہ ہوں گے اور تمہاری ضروریات بھی پوری ہو جائیں گی۔ تمام فرعونی اس بات پر جمع ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ، ہارون کے ساتھ اس سال

حاملہ ہوئیں جس سال بچوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ اس نے علانیہ بچہ جنم دیا حتی کہ آئندہ سال وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہوئیں، اس لیے ان کے دل میں انتہائی پریشانی اور قلق تھا۔ یہ ایک فتون میں سے فتنہ (آزمائش) ہے۔ جب آپ کو بطن میں بچہ محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ تم نہ ہراساں ہونا اور نہ غمگین ہونا یقیناً ہم لوٹا دیں گے اسے تیری طرف اور ہم بنانے والے ہیں اسے رسولوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو حکم دیا کہ بچے کی پیدائش کے بعد اسے ایک تابوت میں رکھ کر دریا میں بہادے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو جنم دیا تو انہوں نے حکم خداوندی پر عمل کیا حتی موسیٰ علیہ السلام دریا میں بہتے بہتے والدہ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے پاس شیطان آیا اور وسوسہ ڈالا۔ تو وہ اپنے دل میں سوچنے لگیں کہ میں نے خود اپنے بچے سے یہ کیا کیا ہے۔ اگر وہ میرے پاس ذبح ہوتا تو میں اسے کفن دفن دیتی تو عمل میرے نزدیک اس سے بہتر تھا کہ میں نے خود اسے دریا کے جانوروں اور مچھلیوں کے حوالے کر دیا ہے۔ پانی آپ کو بہا کر لے گیا حتی کہ وہ اس جگہ لے گیا جہاں فرعون کی بیوی کی لونڈیاں پانی بھرا کرتی تھیں، انہوں نے تابوت دیکھا تو انہوں نے پکڑ لیا پھر انہوں نے تابوت کا دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا لیکن پھر کسی نے کہا اس صندوق میں مال ہے۔ اگر ہم نے اس کا دروازہ کھول دیا تو بادشاہ کی بیوی ہماری تصدیق نہیں کرے گی۔ وہ اس صندوق کو اپنی اصلی حالت میں لے گئیں اور اس میں سے کسی چیز کو ادھر ادھر نہ کیا حتی کہ انہوں نے فرعون کی بیوی کو وہ پیش کر دیا۔ جب اس نے اس صندوق کو کھولا تو اس میں ایک بچہ پایا جس پر محبت الٰہی کا عکس ڈالا گیا تھا جو کسی انسان کو نہیں ملا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا۔ وہ ہر وقت صرف موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتی رہتی تھیں۔ جب بچوں کو ذبح کرنے والوں کو موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کا پتہ چلا تو وہ چھریاں لے کر، فرعون کے بیوی کے پاس آئے تا کہ اس بچے کو ذبح کر دیں۔ اے ابن جبیر! یہ بھی ایک فتنہ تھا، فرعون کی بیوی نے ذبح کرنے والوں سے کہا یہ ایک بچہ بنی اسرائیل کی نفری میں زیادتی نہیں کرے گا۔ میں اسے فرعون کے پاس لے جاتی ہوں اور اس سے اس کا مطالبہ کرتی ہوں۔ اگر اس نے یہ بچہ مجھے دے دیا تو بہتر، اگر اس نے اس کے ذبح کا حکم دیا تو میں تمہیں نہیں روکوں گی، جب فرعون کی بیوی وہ بچہ فرعون کے پاس لے کر آئی تو اس نے کہا یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تم اس کو قتل نہ کرو فرعون نے کہا، یہ تیرے لیے ہوگا مجھے تو اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے نام کی قسم اٹھائی جاتی ہے! اگر فرعون بھی اس کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا اقرار کر لیتا جس طرح اس کی بیوی نے کہا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما دیتا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیوی کو عطا فرمائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون پر اس کو حرام قرار دے دیا تھا۔ فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کو ہر دودھ والی عورت کے پاس بھیجا تا کہ دایہ منتخب کرلے لیکن جو عورت آپ کو اٹھاتی آپ اس کا پستان نہ پکڑتے تھے حتی کہ فرعون کی بیوی کو اندیشہ ہوا کہ یہ دودھ نہیں پیئے گا تو فوت ہو جائے گا۔ آپ کو بازار میں لے جایا گیا اسے امید تھی کہ شاید اس کے لیے کوئی دایہ مل جائے لیکن آپ نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محبت میں گھائل ہو رہی تھی۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا، اس کے پیچھے جا اور سن کہ کیا تجھے اس کا ذکر سنائی دیتا ہے کیا وہ زندہ ہے یا

اسے جانوروں نے کھالیا ہے؟ آپ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھول گئی تھیں۔ پس آپ کی بہن آپ کو دور سے دیکھتی رہی اور وہ اس حقیقت کو نہ سمجھتے تھے۔ آپ کی بہن نے جب دیکھا کہ تمام دائیں دودھ پلانے سے عاجز آ گئی ہیں تو اس نے کہا کیا میں پتہ دوں تمہیں ایسے گھر والوں کا جو اس کی پرورش کریں تمہاری خاطر، وہ اس بچہ کے خیر خواہ بھی ہوں گے۔ پس فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو پکڑ لیا اور کہا تجھے ان کی خیر خواہی کا کیا علم ہے کیا وہ اسے جانتے ہیں، حتی کہ وہ اس بچی کی بات پر شک کرنے لگے۔ اے ابن جبیر! یہ بھی ایک فتنہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا وہ گھر والے اس بچہ سے شفقت اور خلوص کا مظاہرہ اس لیے کریں گے تاکہ بادشاہ ان پر شفقت کرے۔ پس فرعونیوں نے بچی کو چھوڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن آپ کی والدہ کی طرف گئی اور اسے معاملہ سے آگاہ کیا تو آپ کی والدہ آئی۔ جب آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو گود میں ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام دودھ پینے لگ گئے حتی کہ آپ سیر ہو گئے بشارت دینے والوں نے فرعون کی بیوی کو موسیٰ علیہ السلام کے دودھ پینے کی خوش خبری دی کہ ہم نے تیرے بچے کے لیے دایہ تلاش کر لی ہے۔ پس فرعون کی بیوی نے موسیٰ کی والدہ کو بلا بھیجا، پس وہ موسیٰ علیہ السلام کو لے کر آ گئیں، فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی دایہ سے محبت دیکھی تو اس نے کہا تم میرے پاس رہ کر میرے بچے کو دودھ پلاؤ کیونکہ میں اس سے جو محبت کرتی ہوں، ایسی محبت کسی اور چیز سے نہیں کرتی ہوں، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا میں اپنے گھر بار کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اگر تیرا دل چاہے تو یہ بچہ مجھے عطا کر دے۔ میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں۔ میں اس سے خیر کا سلوک کروں گی، اگر تو یہ نہ چاہے تو میں اپنے گھر اور بچوں کو نہیں چھوڑ سکتی، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو یاد آ گیا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا، فرعون کی بیوی پر اس نے سختی کی اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمانے والا ہے۔

پس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اسی دن اپنا بچہ واپس لے آئی، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا اور بڑے خوب صورت انداز میں بڑھایا اور اپنے فیصلہ کی حفاظت فرمائی جو ان کے متعلق ہو چکا تھا، بنو اسرائیل ہمیشہ فرعونیوں کے ظلم وستم سے موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے محفوظ ہو گئے۔ جب سے آپ ان میں تشریف لائے تھے بنی اسرائیل شہر کے قرب میں اکھٹے رہتے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی تو فرعون کی بیوی نے موسیٰ کی والدہ سے کہا کہ میں اپنا بیٹا دیکھنا چاہتی ہوں، اس نے ایک زیارت کرانے کا وعدہ کیا تو فرعون کی بیوی نے اپنے خازنوں، اپنی خادماؤں اور اپنے خزانچیوں کو کہا کہ تم میں سے ہر شخص آج میرے بیٹے کا ہدیہ اور کرامت سے استقبال کرے۔ میں ایک امین بھیجوں گی جو دیکھے گا کہ تم میں ہر شخص اس سے کتنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ آپ جب اپنی والدہ کے گھر سے نکلے تو وہاں سے شاہی محل پہنچنے تک، ہدایا اور تحائف کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا۔ جب آپ فرعون کی بیوی کے پاس پہنچے تو اس نے بھی بہت عزت و کرامت کا ثبوت دیا۔ وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی، آپ کی والدہ کی خدمت کا اثر دیکھ کر اسے بھی تحائف عطا فرمائے۔ پھر فرعون کی بیوی نے کہا میں اسے فرعون کے پاس لے جاؤں گی تاکہ وہ اسے تحائف اور ہدایا دے۔ جب فرعون کی بیوی موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لے گئی اور انہیں فرعون کی گود میں ڈالا، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی اور اسے زمین کی طرف کھینچا، گمراہوں نے فرعون سے کہا کیا آپ دیکھتے نہیں جو اللہ نے ابراہیم سے وعدہ کیا ہے؟ یہ آپ کا وارث بنے گا، تجھے پچھاڑ دے گا اور تجھ پر غالب

آ جائے گا۔ فرعون نے ذبح کرنے والوں کو بلایا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ذبح کر دیں۔ یہ بھی ایک فتنہ تھا۔ اے ابن جبیر! ہر مصیبت سے آپ کو آزمایا گیا، فرعون کی بیوی دوڑتی ہوئی آئی اور کہا تو نے مجھے یہ بچہ ہبہ نہیں کیا تھا؟ کیا تو نہیں دیکھتی کہ یہ مجھے پچھاڑنا چاہتا ہے اور مجھ پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ فرعون کی بیوی نے کہا تو کوئی میرے اور اپنے درمیان ایسا معاملہ پیش کر جس سے حق ظاہر ہو جائے تم انگارے اور دو موتی لاؤ اور اس کے دونوں چیزیں قریب کر دو۔ اگر یہ موتیوں کو پکڑے لے اور انگاروں سے دور ہو جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ عقل مند ہے اور اگر یہ انگارے اٹھالے، موتیوں کا ارادہ نہ کرے تو لوکہ جو موتیوں پر انگاروں کو ترجیح نہیں دیتا وہ عقل مند نہیں ہے۔ جب دونوں چیزیں موسیٰ علیہ السلام کے قریب کی گئیں تو آپ نے انگارے اٹھا لیے تو وہ آپ سے فوراً چھین لیے گئے تا کہ آپ کے بدن کو جلا نہ دیں، فرعون نے بیوی سے کہا اسے ذبح نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو اس سے پھیر دیا جب کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو ذبح کرنے کا ارادہ کر چکا تھا اور اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں انتہا تک پہنچانا چاہتا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام بالغ ہوئے تو یہ وہ دور تھا کہ فرعونی، اسرائیلیوں پر ظلم و ستم روا رکھتے تھے۔ اسی عرصہ میں آپ شہر کی ایک طرف جا رہے تھے کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ ایک اسرائیلی تھا اور دوسرا فرعونی تھا، اسرائیلی نے فرعونی کے خلاف مدد طلب کی تو موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ شخص جانتا تھا موسیٰ علیہ السلام کا مقام جو بنی اسرائیل میں تھا اور وہ بنی اسرائیل کی موسیٰ علیہ السلام کا حفاظت کرنا جانتا تھا۔ یہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دودھ پلانے کی وجہ سے جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان چیزوں پر مطلع کر دیا تھا جن پر کسی دوسرے کو مطلع نہیں فرمایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی کو گھونسہ مارا اور اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ، موسیٰ اور اسرائیلی کے سوا کسی نے یہ کام ہوتا نہ دیکھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا تو کہا کہ یہ شیطان کے عمل سے ہے، وہ گمراہ کرنے والا کھلا دشمن ہے پھر آپ نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا بس تو مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بخش دیا۔ آپ نے صبح کی اسی شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے، فرعون کو بتایا گیا کہ بنی اسرائیل نے ایک فرعونی شخص کو قتل کر دیا ہے۔ پس تو انہیں ہمارے حق کی خاطر پکڑ لے اور کبھی انہیں آزاد نہ کر، اس نے کہا اسے میرے پاس لاؤ اور گواہ بھی ساتھ لاؤ۔ بادشاہ اگرچہ اپنی قوم سے رغبت رکھتا تھا لیکن اس کے لیے درست نہ تھا کہ وہ بغیر دلیل اور شہادت کے کسی کو قید کر دے۔ پس اس نے سے گواہوں کو طلب کرنے کرنے کا حکم دیا۔ لوگ گواہوں کی تلاش میں گھومتے رہے لیکن کوئی دلیل اور گواہ نہ ملا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے دن دیکھا کہ وہی اسرائیلی ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے پھر اسرائیلی نے آپ سے مدد طلب کی، موسیٰ علیہ السلام اپنے پہلے گھونسے پر پریشان تھے جس سے انہوں نے بندہ مار دیا تھا۔ آپ اسرائیلی پر ناراض ہوئے جو اس نے کل عمل کیا تھا اور جو آج کر رہا تھا اس پر آپ نے اسے جھاڑا اور ڈانٹ ڈپٹ کی فرمایا تو کھلا ہوا گمراہ ہے، اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھا جب آپ نے اسے تنبیہ فرمائی وہ کل کی طرح غصے میں تھے تو آپ نے جب اسے کہا کہ تو کھلا ہوا گمراہ ہے تو اسرائیلی ڈر گیا کہ کہیں آپ اس کا بھی کام تمام نہ کر دیں۔ فرعونی نے کہا اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے بھی قتل کر دے، جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کا تھا، فرعون ذبح کرنے والوں کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف

بھیجا تاکہ وہ موسیٰ کو ذبح کردیں، فرعون کے فرستادے شاہراہ عظیم پر آرام سے چل رہے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کر رہے تھے۔ انہیں موسیٰ علیہ السلام کے نکل جانے کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ شہر کے آخری گوشہ سے ایک دوڑتا ہوا آدمی آیا۔ اس نے شارٹ راستہ اختیار کیا تھا حتی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہلے پہنچ گیا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کی ساری سازش سے آگاہ کیا۔ اے ابن جبیر! یہ بھی فتنوں میں ایک فتنہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کو اس کی مثل کو مصیبت لاحق نہیں ہوئی تھی۔ آپ کو راستہ کا بالکل علم نہیں تھا۔ پس اپنے رب سے حسن ظن تھا۔ کہنے لگے امید ہے میرا رب میری سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی فرمائے گا۔ جب آپ مدین کے پانی پر پہنچے تو وہاں پر لوگوں کا ایک انبوہ دیکھا جو اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہا تھا اور دیکھیں اس انبوہ سے الگ تھلگ دو عورتیں ہیں جو کہ اپنے ریوڑ کو روکے ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا تم کیوں اس حال میں کھڑی ہو؟ تم اپنے مویشیوں کو پانی کیوں نہیں پلا رہی ہو؟ انہوں نے کہا ہم قوم سے مزاحم ہونے کی طاقت نہیں رکھیں۔ ہم حوضوں کے خالی ہو جانے کا انتظار کرتی ہیں۔ تو آپ نے ان کے ریوڑوں کو پانی پلا دیا، آپ ڈول میں بہت سا پانی ڈالتے۔ اس لیے وہ عورتیں تمام چرواہوں سے پہلے فارغ ہو گئیں۔ وہ عورتیں اپنی بکریوں کے ساتھ اپنے باپ کے پاس گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے چلے گئے۔ اور عرض کرنے لگے میرے مالک! واقعی میں اس خیر و برکت کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف اتاری ہے، ان عورتوں کے باپ کو بڑا عجیب لگا کہ یہ اتنی جلدی بکریوں کو سیراب کر کے آگئی ہیں۔ اس نے اپنی بچیوں سے کہا آج تمہارے ساتھ کوئی خاص معاملہ ہوا ہے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی کا ذکر کیا، باپ نے ایک بیٹی کو حکم دیا کہ اس نوجوان کو بلا لاؤ۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور انہیں اپنے باپ کا پیغام سنایا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی آپ بیتی بنائی تو تسلی دیتے ہوئے ان کے باپ نے کہا: تم ڈرو مت، تم ظالموں کے پنجہ سے نکل آئے ہو۔ اب فرعون اور اس کی قوم کو تجھ پر کوئی قدرت نہیں، ہم ان کی ملکیت میں نہیں ہیں، اس کی بیٹی نے کہا میرے (محترم) باپ! اسے نوکر رکھ لیجئے بے شک بہتر آدمی جس کو آپ نوکر رکھیں وہ ہے جو طاقت ور بھی ہو اور دیانت دار بھی ہو، باپ کو غیرت آگئی۔ اس نے کہا تمہیں اس کی قوت و امانت کا کیسے علم ہے، بیٹی نے کہا قوت تو اس کی وہ ہے جو اس نے ہماری بکریوں کو پانی پلایا۔ ہم نے کوئی اس جیسا طاقت ور آدمی نہیں دیکھا۔ جب اس نے ہمارے لیے جانوروں کو پانی پلایا تھا اور اس کی امانت یہ ہے کہ جب میں اس کے پاس گئی اور میں نے اسے دیکھا۔ اس نے ایک عورت کی آمد محسوس کرتے ہوئے سر جھکا لیا اور پھر سر نہ اٹھایا۔ میری طرف متوجہ نہ ہوا حتی کہ میں نے آپ کا پیغام اسے پہنچا دیا، پھر اس نے مجھے کہا کہ میرے پیچھے چل اور مجھے راستہ بتاتی جا۔ یہ باتیں تو فقط کوئی امین شخص ہی کہہ سکتا ہے۔ باپ کا غصہ جاتا رہا اور بیٹی کی تصدیق کردی اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بچیوں میں سے تمہیں بیاہ دوں بشرطیکہ تو میری آٹھ سال تک خدمت کرے۔ پھر اگر تم دس سال پورے کرو تو یہ تمہاری اپنی مرضی ہے میں تم پر سختی کرنا نہیں چاہا۔ یہ معاملہ طے ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی فیصلہ فرما دیا اور دس سال مکمل کر دیئے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں: مجھ سے ایک نصرانی عالم نے پوچھا کیا تم جانتے ہو موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ میں اس وقت واقعی نہیں جانتا تھا میں ابن

عباس سے ملا ان سے نصرانی عالم کا سوال ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا تھا کہ آٹھ سال واجب تھے، موسیٰ علیہ السلام ان میں کمی نہیں کر سکتے تھے۔ اور تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر وعدہ کو پورا کرنے کا فیصلہ فرمادیا تھا پس موسیٰ علیہ السلام نے دس سال مکمل فرمائے۔ میں نے نصرانی کو بتایا تو اس نے کہا جس نے تمہیں یہ مسئلہ بتایا ہے وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ میں نے کہا ہاں وہ اجل اور اولیٰ ہے، موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ پھر راستہ میں آپ نے آگ دیکھی جس کا تذکرہ قرآن نے بھی کیا ہے۔ آپ کے عصا کا معجزہ اور اپنے ہاتھ کا معجزہ بھی دیکھا۔ آپ نے اپنے رب کے حضور فرعونیوں سے ڈرنے کا اظہار کیا کہ میں نے ان کا ایک آدمی قتل کیا ہوا ہے۔ آپ کی زبان پر گرہ تھی جس کی وجہ سے آپ زیادہ کلام نہیں کر سکتے تھے آپ نے اپنے بھائی ہارون کی مدد کا سوال کیا تھا تا کہ وہ آپ کے لیے سہارا بن جائے اور زیادہ کلام کی جہاں ضرورت ہو وہ کلام کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سوال پورا فرما دیا۔ آپ کی زبان کی گرہ کھل گئی اور ہارون کی طرف بھی وحی کی گئی اور انہیں موسیٰ علیہ السلام سے ملنے کا حکم دیا گیا، موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا لیا اور ہارون سے ملے اور دونوں فرعون کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں اس کے دروازے پر روک لیے گئے اور اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ پھر انتہائی حجاب کے بعد اجازت ملی۔ دونوں نے کہا ہم تیرے رب کے فرستادہ ہیں۔ فرعون نے پوچھا موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ آپ نے وہی جواب دیا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ فرعون نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے مقتول کا ذکر کیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تو اللہ پر ایمان لائے اور میرے ساتھ بنی اسرائیل کو آزاد کر دے، اس نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔ آپ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ وہ سانپ بن گیا جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ اور تیزی سے فرعون کی طرف دوڑنے لگا۔ فرعون نے دیکھا کہ سانپ اس کی طرف آرہا ہے تو وہ ڈر گیا اور اپنے پلنگ میں گھس گیا اور موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی کہ اس کو روک لے، موسیٰ علیہ السلام نے اسے روک لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ بغیر برص کی بیماری کے روشن تھا پھر آپ نے اپنا ہاتھ آستین میں لوٹایا تو وہ پہلی حالت پر ہو گیا، فرعون نے اپنے حواریوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا یہ دونوں جادوگر ہیں اور تمہیں اپنے جادو کے ذریعے تمہاری زمین سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اور (یہ چاہتے ہیں کہ) تمہاری تہذیب و ثقافت کے مثالی طریقوں کو مٹا دیں۔ یعنی یہ ہمارے ملک کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ پس انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا، سب نے کہا کہ ان کے مقابلہ کے لیے جادوگروں کو جمع کرو کیونکہ جادوگر ہمارے ملک میں کثیر ہیں حتی کہ وہ اپنے جادو سے ان کے جادو پر غلبہ پالیں، فرعون نے شہروں میں اپنے ہر کارے بھیج دیئے، ہر جادوگر عالم کو جمع کیا گیا، جب وہ فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: یہ جادوگر کیا عمل کرتا ہے۔ انہوں نے کہا وہ سانپوں اور رسیوں کا عمل کرتا ہے۔ جادوگروں نے کہا اللہ کی قسم! ہمارے ملک میں کوئی ایسی قوم نہیں ہے جو سانپوں اور رسیوں کا ایسا عمل کر سکے جو ہم کرتے ہیں۔ اگر ہم غالب آ گئے تو ہمارا اجر و معاوضہ کیا ہو گا؟ فرعون نے کہا تم میرے قریبی اور خواص لوگوں میں سے ہو گے، میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا۔ پس جشن کا دن متعین کرو اور یہ خیال رہے کہ سارے لوگ چاشت کے وقت جمع ہو جائیں۔ سعید نے کہا مجھے ابن عباس نے بتایا کہ جشن کا دن جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ

السلام کو فرعون پر اور جادوگروں پر غلبہ عطا فرمایا تھا وہ عاشوراء کا دن تھا۔ پس جب ایک میدان میں سب جمع ہو گئے تو لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے، ہم بھی وہاں چلیں اور معاملہ کو دیکھیں۔ شاید ہم پیروی کرتے رہیں جادوگروں کی اگر وہ مقابلہ میں غالب آ جائیں۔ یہاں لوگوں کی جادوگروں سے مراد موسیٰ اور ہارون تھی۔ انہوں نے یہ استہزاء کرتے ہوئے کہا تھا، دوسرے جادوگروں نے اپنے جادو کی طاقت کے بل بوتے پر کہا اے موسیٰ! تم پہلے پھینکو یا ہم پہلے پھینکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم پھینکو تو انہوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں میدان میں پھینک دیں اور بڑے وثوق سے کہا تا موس فرعون کی قسم! ہم ہی یقیناً غالب آئیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کا جادو دیکھا تو اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وحی فرمائی اپنا عصا ڈال دو۔ جب آپ نے عصا ڈالا تو وہ بہت بڑا سانپ بن گیا جس نے اپنا منہ کھولا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے عصا نے ان کی رسیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ رسیاں خود بخود سانپ کے منہ میں جانے لگیں حتیٰ کہ سب رسیاں اور ڈنڈے موسیٰ علیہ السلام کا عصا نگل گیا۔ جب جادوگروں نے یہ منظر دیکھا تو کہا اگر یہ جادو ہوتا تو ہمارے اس جادو کو نگل نہ جاتا۔ یہ تو اللہ کا امر ہے، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں اس عمل سے جس میں پہلے ہم مگن تھے۔ اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے حواریوں کی کمر توڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو غالب کیا اور ان کے عمل کو باطل کر دیا۔ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ﴿۱۱۹﴾ (اعراف) یوں فرعونی مغلوب ہو گئے وہاں (بھرے مجمع میں) اور پلٹے ذلیل وخوار ہو کر۔

فرعون کی بیوی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں موسیٰ علیہ السلام کی نصرت کے لیے پوری آہ وزاری کے ساتھ دعا مانگ رہی تھی، فرعونیوں میں جس نے اس کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے سمجھا کہ یہ فرعون اور اس کے حواریوں کے لیے یہ شکل بنائے ہوئے ہے۔ حقیقت میں اس کی پریشانی موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے جھوٹے وعدوں کی وجہ سے لمبا عرصہ ٹھہر گئے وہ کہتا جب آپ فلاں وقت نشانی اور نبوت کی صداقت کی علامت لے آئیں گے تو وہ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دے گا، جب معاملہ منکشف ہو جاتا تو وہ اپنے عہد توڑ دیتا اور عہد شکنی کرتا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا اور آپ انہیں رات کے وقت لے کر نکل پڑے۔ جب فرعون نے صبح کی تو اس نے دیکھا کہ بنی اسرائیل جا چکے ہیں اس نے شہر کے اندر اور شہر کے اردگرد اپنے ہرکارے بھیجے، پھر ان کے پیچھے اپنے بڑے لشکر روانہ کیے۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف وحی فرمائی۔ جب میرا بندہ موسیٰ تجھے (اپنا ڈنڈا) مارے تو اس کے لیے بارہ راستوں سے پھٹ جانا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی گزر جائیں اور پھر فرعون اور اس کے متبعین پر مل جانا، موسیٰ علیہ السلام اپنا عصا مارنا بھول گئے، دریا پہلے بھی نصف نصف ہو چکا تھا اس خوف سے کہیں موسیٰ علیہ السلام عصا ماریں اور وہ غافل ہو کر نافرمانی کا مرتکب نہ ہو جائے۔ جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے ہائے ہم تو یقیناً پکڑے گئے، اے موسیٰ! تو وہ کر جس کا تیرے رب نے تجھے حکم دیا ہے تو نہ خود جھوٹ بولتا ہے اور نہ تجھ سے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جب میں دریا تک پہنچوں گا تو دریا میرے لیے پھٹ جائے گا حتیٰ کہ میں

اسے عبور کر جاؤں۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنا عصا یاد آیا۔ آپ نے وہ اس وقت دریا پر مارا جب کہ فرعون کا پہلا دستہ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے آخری دستہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ پس دریا پھٹ گیا جس طرح اللہ نے اسے حکم دیا تھا اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ فرمایا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے تمام ساتھی دریا کو عبور کر گئے تو فرعون کے تمام ساتھی دریا میں داخل ہو گئے، دریا ان کے اوپر مل گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا جب موسیٰ علیہ السلام دریا عبور کر گئے تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا ہم تو یقیناً پکڑے گئے، ہمیں اندیشہ ہے کہ فرعون غرق نہ ہوگا اور اس کی ہلاکت سے امن میں نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کا بدن باہر نکال دیا، حتیٰ کہ اسرائیلیوں کو یقین ہو گیا پھر اسرائیلی ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے پاس جم کر بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی اس قسم کا بت بنا دو جس طرح ان کے لیے ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم ایک جاہل قوم ہو یہ سب کچھ تباہ و برباد ہونے والا ہے جس میں یہ مگن ہیں اور ان کا یہ عمل باطل ہے، تم نے عبور کرنے کا معجزہ دیکھا جو تمہارے لیے کافی ہے اور تم نے جو سنا وہ تمہارے لیے کافی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام چل پڑے حتیٰ کہ ایک جگہ پر پڑاؤ کیا پھر اپنی قوم سے فرمایا تم ہارون کی اتباع کرو۔ میں اسے تم پر خلیفہ بناتا ہوں اور میں خود اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کے لیے جا رہا ہوں ان کی مدت تیس دن تھی۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے ان تیس دنوں میں دن رات کا روزہ رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ناپسند کیا کہ جب وہ بات کریں تو ان کے منہ سے روزہ دار کے منہ جیسی بدبو آ رہی ہو تو موسیٰ علیہ السلام سے کچھ نباتات منہ میں لے کر چبا لیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تو نے روزہ کیوں افطار کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! میں نے ناپسند کیا کہ میں تجھ سے بات کروں تو میرے منہ سے بدبو آ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تجھے علم نہیں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے، تم واپس جاؤ، دس دن روزہ رکھو اور پھر میرے پاس آؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا، جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس مدت میں واپس تشریف نہیں لائے جو طے کی گئی تھی۔ ہارون علیہ السلام نے انہیں خطاب فرمایا کہ تم لوگ مصر سے نکلے تھے تو تمہارے پاس فرعون کی قوم کی امانتیں تھیں اور عاریۃً چیزیں تھیں اور تمہاری ان کے پاس اس قسم کی چیزیں تھیں اور ہم اب نہ تو انہیں یہ چیزیں واپس کر سکتے ہیں اور اپنے پاس روک سکتے ہیں، آپ نے ایک گڑھا کھودا اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ جس کے پاس جو متاع اور زیور ہیں وہ اس میں دفن کر دے۔ پھر آپ نے اس پر آگ جلائی اور اسے جلا دیا۔ اب یہ نہ ہمارے لیے ہوں گے نہ ان کے لیے۔ سامری ایک شخص تھا جو ایسی قوم سے تعلق رکھتا تھا جو گائے کی پوجا کرتے تھے۔ وہ شخص بنی اسرائیل سے نہ تھا۔ ان کا پڑوسی تھا۔ وہ بھی بنی اسرائیل کے ساتھ چل پڑا تھا۔ جب بنی اسرائیل چلے تھے، اس نے گھوڑے کا نشان دیکھا، اس نے اس سے مٹھی بھر لی، پھر وہ ہارون علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو حضرت ہارون نے کہا اے سامری! جو تیرے ہاتھ میں ہے تو اس کو نہیں پھینکے گا۔ وہ مٹھی بند کیے ہوئے تھا۔ اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ہارون سے سامری نے کہا یہ اس فرستادے کے اثر کی مٹی ہے جس نے تمہیں دریا عبور کرایا تھا میں اسے نہیں پھینکوں گا

مگر اس صورت میں پھینکوں گا کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہو جائے جو میں چاہتا ہوں۔ اس نے وہ مٹھی پھینک دی اور ہارون علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ سامری نے کہا میں ایک بچھڑا چاہتا ہوں۔ پس گڑھے میں جو مال و متاع تھا تانبا، لوہا، زیورات سب جمع کیے گئے۔ ان میں سے اس نے ایک بچھڑا نما بنایا جو اندر سے کھوکھلا تھا۔ اس میں روح نہیں تھی اس کے لیے ذکار تا تھا۔ ابن عباس نے فرمایا اللہ کی قسم! اس کی آواز نہیں تھی لیکن ہوا اس کی دبر (پچھلا حصہ) سے داخل ہوتی تھی اور منہ سے نکل جاتی تھی۔ اس وجہ سے آواز پیدا ہوتی تھی۔ بنو اسرائیل کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک فرقہ نے کہا اے سامری! یہ کیا ہے تو ہی اسے بہتر جانتا ہے؟ اس نے کہا یہ تمہارا خدا ہے، لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے ہیں، انہوں نے کہا ہم موسیٰ علیہ السلام کے واپس تشریف لانے تک اسے نہیں جھٹلاتے، اگر تو یہ ہمارا رب ہوگا تو ہم نے جب سے اسے دیکھا ہے ہم نے اسے ضائع نہیں کیا اور ہم نے اس کو نہیں چھوڑا۔ اگر یہ ہمارا رب نہیں ہے تو ہم موسیٰ علیہ السلام کے قول کی اتباع کریں گے۔ ایک گروہ نے کہا یہ شیطان کا عمل ہے، یہ ہمارا رب نہیں ہے۔ ہم نہ تو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ایک گروہ کے دلوں میں اس بچھڑے کی محبت رچ بس گئی اس سامری کی باتوں کی وجہ سے جو اس نے بچھڑے کی تعریف و توصیف میں کہی تھیں۔ اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تکذیب کا اعلان کر دیا۔ حضرت ہارون نے انہیں کہا اے میری قوم! تم اس بچھڑے کے ذریعے فتنہ میں مبتلا کیے گئے ہو۔ بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے تمہارا رب اس طرح کا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو کیا ہوا کہ انہوں نے ہم سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر انہوں نے وعدہ خلافی کی ہے۔ یہ چالیس راتیں گزر چکی ہیں، ان کے نادان لوگوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام اپنا رب تلاش کر رہے ہیں، انہیں اپنے رب کے پانے میں غلطی ہوگئی ہے، موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام بخشا اور راز و نیاز کی باتیں ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ سب کچھ بتا دیا جو ان کے چلے جانے کے بعد ان کی قوم نے کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس غضب ناک اور افسوس ناک حالت میں لوٹے۔ آپ نے انہیں اس کلام سے تنبیہ فرمائی جو قرآن نے ذکر کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں نیچے ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا پھر اپنے بھائی سے معذرت کی اور اپنے رب سے استغفار کیا پھر آپ سامری کی طرف متوجہ ہوئے، فرمایا تجھے یہ عمل کرنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا میں نے رسول کے نشان سے مٹی بھری، میں پہچان گیا تھا اور تم پر یہ پوشیدہ رہی۔ پھر میں نے اسے ڈال دیا، اس طرح میرے نفس نے میرے لیے مزین کر دکھایا، آپ نے فرمایا: جا زندگی بھر تو لامساس (مجھے کوئی نہ چھوئے) کہتا رہے گا اگر وہ بچھڑا خدا ہوتا تو سامری اس حالت تک نہ پہنچتا۔ بنو اسرائیل نے آزمائش کا یقین کر لیا اور رشک کرنے لگے وہ لوگ جن کی رائے ہارون علیہ السلام کی رائے کے موافق تھی، انہوں نے کہا اے موسیٰ! اپنے رب سے سوال کرو کہ وہ ہمارے لیے توبہ کا دروازہ کھول دے، ہم توبہ کریں گے اور اپنی گزشتہ کوتاہیوں کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی منتخب فرمائے۔ یہ بنی اسرائیل کے نیکو کار افراد تھے اور انہوں نے بچھڑے کو شریک نہیں بنایا تھا، موسیٰ علیہ السلام ان ستر آدمیوں کو لے کر چلے تاکہ اپنے رب سے توبہ کا سوال کریں، زمین ان ستر آدمیوں کے ساتھ لرزنے لگی۔ موسیٰ علیہ السلام کو

اپنی قوم سے حیا محسوس ہوئی۔ جب ان کے ساتھ زلزلے کا عمل ہو رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو انہیں اس سے پہلے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے ان کے عمل کی وجہ سے جو نادانوں نے کیا۔ اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جن کے دل بچھڑے کی محبت سے مخمور تھے اور اس پر ایمان لائے تھے۔ اسی وجہ سے زمین پر زلزلہ آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے میں اسے متقین کے لیے لکھ دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! میں نے تجھ سے اپنی قوم کے لیے توبہ کا سوال کیا تھا اور میں نے کہا میری قوم کے علاوہ کسی قوم کے لیے تو نے اپنی رحمت لکھ دی ہے اور شاید تو نے مجھے مؤخر کر دیا حتی کہ اس شخص کی امت مرحومہ میں نکلوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کی توبہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے والد اور بچے جس کو ملے اسے قتل کر دے، پس وہ اسے تلوار کے ساتھ قتل کرے اور تعلقات کی پرواہ نہ کرے، ان لوگوں نے توبہ کی جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے مخفی تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر مطلع تھا۔ انہوں نے خود ہی اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اسے بجالائے۔ اللہ تعالیٰ نے قاتل اور مقتول دونوں کو معاف کر دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر ارض مقدسہ کی طرف متوجہ ہوئے، غصہ فرو ہو جانے کے بعد آپ نے تختیاں اٹھا لیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ فرائض کا حکم دیا تو وہ ان پر بھاری ہو گئے۔ انہوں نے ان پر قائم رہنے سے انکار کر دیا، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو ان کے اوپر کر دیا گویا کہ وہ چھتری ہے، وہ ان کے قریب آیا حتی کہ انہیں اوپر گرنے کا ڈر لاحق ہوا۔ پھر وہ چلے حتی کہ ارض مقدسہ پہنچ گئے، انہوں نے اس میں ظالموں کا شہر پایا، ان کی تخلیق بڑی ناپسندیدہ تھی۔ انہوں نے اپنے پھلوں کی بڑائی بڑی عجیب انداز میں بیان کی اور انہوں نے کہا اے موسیٰ! اس شہر میں جابر لوگ رہتے ہیں۔ آج ہمیں ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور ہم اس شہر میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں ہیں اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہوں گے، ان ظالموں میں سے دو شخصوں نے کہا ہم موسیٰ پر ایمان لائے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: ہم اپنی قوم کو اچھی طرح جانتے ہیں اگر تم ان کے جسموں اور ان کی کثرت کو دیکھ کر گھبرا رہے ہو، نہ تو ان کے دلوں میں ہمت ہے اور نہ ان کے پاس حفاظت کا کوئی سلسلہ ہے، تم ان پر دروازہ سے داخل ہو جاؤ۔ جب تم اس سے داخل ہو گے تو یقیناً تم ہی غالب ہو گئے۔ لوگوں نے کہا یہ دونوں موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہیں۔ سعید بن جبیر کا خیال ہے کہ وہ دونوں جابروں میں سے تھے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اللہ کا ارشاد ہے، ان لوگوں میں سے جن کو ڈرایا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان دو پر انعام فرمایا۔ یعنی ان لوگوں میں سے تھے جن سے بنو اسرائیل ڈرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے کہا تھا اے موسیٰ! ہم ہرگز اس شہر میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں ہیں تم اور تمہارا رب جاؤ اور ان سے جہاد کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر غصے ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کر دی اور انہیں فاسق فرمایا اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام نے کبھی ان کے لیے بددعا نہیں فرمائی تھی۔ جب آپ نے ان کی معصیت اور نافرمانی کو دیکھا تو ان کے لیے بددعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں فاسق فرمایا جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فاسق فرمایا تھا۔ مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ (المائدہ:26)

وہ ہر روز چلتے رہتے اور انہیں قرار نصیب نہ ہوتا پھر اللہ تعالیٰ نے تیہ کے صحرا میں ان پر بادل سے سایہ کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا اور ان کے لیے ایسے کپڑے بنا دیئے جو نہ تو پرانے ہوتے تھے اور نہ میلے ہوتے تھے اور ان کے درمیان ایک ایسا پتھر بنا دیا جو چکور شکل کا تھا، موسیٰ علیہ السلام کو اس پر اپنا عصا مارنے کا حکم دیا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، ہر طرف سے تین چشمے پھوٹتے تھے، ہر قبیلہ اپنا چشمہ جانتا تھا جس سے وہ پانی پیتے تھے وہ کسی مرحلہ سے اس چشمے کے ساتھ کوچ کرتے تو اس پتھر کو اس جگہ پر پاتے جیسے وہ پہلی منزل پر ان کے درمیان تھا۔ ابن عباس نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور میرے نزدیک اس کی سچائی کی دلیل یہ ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے یہ حدیث ابن عباس سے سنی تو انہوں نے اس پر انکار کیا کہ ہوسکتا ہے۔ فرعونی نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے قتل کو افشاء کیا ہو۔ ابن عباس نے فرمایا: اسرائیلی نے آپ کا راز فاش کیا۔ ابن عباس نے معاویہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں سعد بن مالک الزہری کے پاس لے گئے اور کہا تم ہمیں بتاؤ وہ حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کی فرعونی کے قتل کے بارے بتائی تھی یہ قتل کا راز کس نے افشاء کیا تھا، اسرائیلی نے یا فرعونی نے؟ فرمایا فرعونی نے۔ اور اس اسرائیلی سے سن کر اس نے یہ راز افشاء کیا تھا جو قتل کے وقت موجود تھا۔ (1)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اہل مدین کے پاس دس سال رہے اور عَلٰى قَدَرٍ سے مراد علی موعد (وعدہ کے مطابق) ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ عَلٰى قَدَرٍ سے مراد میقات ہے اور ان مفسرین نے مجاہد سے اس کا معنی موعد بھی نقل کیا ہے۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس وَ لَا تَنِیَا کا معنی لَا تَضْعُفَا (کمزور نہ ہونا) روایت کیا ہے۔ (2)

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے اور عبد بن حمید نے مجاہد سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔ (3)

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ وَ لَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ کا معنی بتایئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے حکم کے معاملہ میں کمزوری نہ دکھانا۔ نافع نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

اِنِّیْ وَجِدِّكَ مَا وَنَیْتُ وَاِنَّنِیْ اَبْغِیْ الْفَكَاكَ لَهٗ بِكُلِّ سَبِیْلِ

"تیری کوشش کی قسم میں نے کچھ کمزوری نہیں دکھائی اور میں تو ہر طریقہ سے اسے چھڑانا چاہتا ہوں"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے وَ لَا تَنِیَا کا معنی لَا تَبْطِعَا (سستی نہ کرنا) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا یعنی اس سے کنایہ میں بات کرو۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 191، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 196
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 372 (1814)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبدالرزاق، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے بھی یہ معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے معذرت خواہانہ لہجہ میں بات کرو، اسے کہو کہ تیرا ایک رب ہے، تیرے لیے آخرت کی زندگی بھی ہے اور تیرے سامنے جنت اور دوزخ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الفضل بن عیسی الرقاشی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر فرمایا: اے وہ ذات جو اپنے دشمن سے اظہار محبت فرماتی ہے۔ جو اس سے محبت کا اظہار کرے گا اور اسے پکارے گا اس کے ساتھ کرم نوازیوں کا کیا عالم ہوگا۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ فرماتے ہیں: وہ نصیحت حاصل کرے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر جلدی کرے یا زیادتی کرے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے: ہمیں اندیشہ ہے کہ ہمیں وہ سزا دے۔

ابن المنذر رنے ابن جریج سے روایت کیا ہے: قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَاَرٰى اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سن رہا ہوں گا جو وہ کہے گا اور میں دیکھ رہا ہوں گا جو وہ تمہیں جواب دے گا، پس تمہیں جو وحی کی جائے اس کے ساتھ تم اسے جواب دینا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے جید سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے: فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! میں اسے کیا کہوں؟ فرمایا تم کہو اَھیا شراَھیا۔ اعمش اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَلْحَيُّ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، وَالْحَيُّ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی ہر چیز سے پہلے زندہ اور ہر چیز کے بعد زندہ۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا: اس کا لباس تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے جو میں نے اسے پہنایا ہے کیونکہ اس کی پیشانی میرے ہاتھ میں ہے وہ میرے اذن کے بغیر نہ بولتا ہے، نہ حرکت کرتا ہے اور اس کے پاس جو دنیا کی زیب و زینت ہے وہ بھی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ اگر میں چاہتا تو تمہیں دنیا کی ایسی زیبائش سے آراستہ کرتا کہ فرعون جان لیتا کہ وہ بھی ایسا کرنے پر قادر ہے، یہ مجھ پر کوئی مشکل نہیں ہے لیکن میں نے تمہیں عزت و کرامت کا لباس پہنایا ہے تا کہ دنیا تمہارا مقام و مرتبہ کم نہ کر سکے، میں دنیا کو ایسے اولیاء سے دور رکھتا ہوں۔ جس طرح چرواہا اپنے اونٹوں کو ہلاکت میں بیٹھنے کی جگہ سے جدا رکھتا ہے۔ میں انہیں دنیا سے اس طرح دور رکھتا ہوں جس طرح چرواہا اپنے اونٹوں کو ہلاکت کی چراگاہ سے دور رکھتا ہے۔ اور جان لو کہ جو میرے کسی ولی کو خوف زدہ کرتا ہے وہ مجھے مبارزت جنگ دیتا ہے، میں قیامت کے روز اپنے اولیاء کا بدلہ لینے والا ہوں۔ (1)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں، بخاری، مسلم، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 79، دارالکتب العلمیہ بیروت

حضرت ابی سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہرقل کی طرف اس طرح خط لکھا مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔(1)

امام عبدالرزاق نے المصنف میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تم اہل کتاب کے پاس ان کے گھروں میں جاؤ تو اس طرح سلام کرو اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔(2)

اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ۝۴۸ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰى ۝۴۹ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝۵۰ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝۵۱ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَى ۝۵۲

''بے شک وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ عذاب (خداوندی) اس پر آئے گا جو جھٹلاتا ہے (کلام الٰہی کو) اور روگردانی کرتا ہے۔ فرعون نے پوچھا موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو (موزوں) صورت پھر (مقصد تخلیق کی طرف) ہر چیز کی راہنمائی کی۔ اس نے کہا (اچھا یہ بتاؤ) کیا حال ہوا پہلی قوموں کا۔ فرمایا ان کا علم میرے رب کے پاس ہے جو کتاب میں (مرقوم) ہے نہ بھٹکتا ہے، میرا رب اور نہ (کسی چیز کو) بھولتا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى فرماتے ہیں: جس نے اللہ کی کتاب کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ پھیرا۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اَلَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ فرماتے ہیں: ہر چیز کے لیے اس نے اس کی روح پیدا فرمائی۔ پھر (ہدی) اس کو نکاح کرنے، کھانا کھانے اور مشروبات پینے اور رہائش کی راہنمائی عطا فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اَلَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ فرماتے ہیں: انسان کو انسانیت، گدھے کو گدھے کا ذوق اور بکری کو بکری والا امزاج عطا کیا پھر جماع کی طرف راہنمائی فرمائی۔

امام عبدالرزاق، سعید بن جبیر، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى فرمایا: ہر چیز کو وہ شے فرمائی جو اس کے لیے مناسب تھی پھر اس کی طرف اس کی رہنمائی فرمائی۔(3)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اَلَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 11 (2760)، المجلس العلمی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 10 (9772)

3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 373 (1815)، دار الکتب العلمیہ بیروت

شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰی فرماتے ہیں ہر جانور کی تخلیق برابر فرمائی پھر اس کی راہنمائی فرمائی ان چیزوں کی طرف جو اس کے لیے بہتر تھیں انسانوں کی تخلیق، جانوروں کی تخلیق جیسی نہیں ہے اور جانوروں کی تخلیق انسانوں کی تخلیق جیسی نہیں ہے لیکن خَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا۝ (الفرقان)

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی كُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰی یعنی ہر مخلوق کو وہ چیز عطا فرمائی جو اس کی تخلیق کے لیے مناسب تھی انسان کو جانور کی تخلیق میں نہیں رکھا اور جانور کو کتے کی تخلیق میں نہیں رکھا اور کتے کو بکری کی تخلیق میں نہیں رکھا اور ہر چیز کو وہ عطا فرمایا جو نکاح میں اس کے لیے مناسب تھا، ہر چیز کو اس کے مطابق تیار کیا، کوئی چیز اپنے افعال، خلق، رزق اور نکاح میں سے کسی چیز کی مالک نہیں ثُمَّ هَدٰی ہر چیز کی اپنے رزق اور اپنی بیوی کی طرف راہنمائی کی۔

ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز کو اس کی صورت عطا فرمائی پھر اس کی معیشت کی طرف راہنمائی فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی كُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰی فرماتے ہیں: کیا تو نے اونٹ کی طرف نہیں دیکھا وہ اپنے ساتھی کے انتظار میں کھڑا رہتا ہے حتی کہ پہچان جاتا ہے۔

امام سعید بن منصور راور ابن المنذر رنے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: ثُمَّ هَدٰی فرمایا کیسے نرمادہ کے پاس آتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن سابط سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جانور بھی چار چیزوں سے غافل نہیں ہوتے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے، مذکر، مونث کے پاس آتا ہے، اپنی معیشت کی راہنمائی رکھتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰی کا مطلب فَمَا حَالُ الۡقُرُوۡنِ ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لَا یَضِلُّ کا مطلب لَا یُخۡطِئُ (یعنی خطا نہیں کرتا ہے) ہے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لَا یَضِلُّ رَبِّیۡ وَ لَا یَنۡسَی دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے لَا یَضِلُّ رَبِّیۡ یعنی میرا رب کتاب کے بیان سے نہیں بھٹکتا۔ وَ لَا یَنۡسَی اور جو کچھ اس میں ہے اسے نہیں بھولتا۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو الملیح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگ ہم پر کتاب کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّیۡ فِیۡ كِتٰبٍ۔

ابن سعد، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے ابو ہلال سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم قتادہ کے پاس تھے کہ لوگوں نے کتاب کا ذکر کیا اور قتادہ سے اس کے متعلق پوچھا؟ تو قتادہ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ جو خبیر ہے خبر نہیں دیتا فرمایا: فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰی۝ قَالَ عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّیۡ فِیۡ كِتٰبٍ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 202، دار احیاء التراث العربی بیروت

الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّ سَلَكَ لَكُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾ كُلُوۡا وَ ارۡعَوۡا اَنۡعَامَكُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ﴿۵۴﴾

"وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور بنا دیے تمہارے فائدہ کے لیے اس میں راستے اور اتارا آسمان سے پانی پھر ہم نے نکالے پانی کے ذریعے (شکم زمین سے) جوڑے گوناں گوں نباتات کے۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ بے شک اس میں (ہماری قدرت وحکمت کی) نشانیاں ہیں دانشوروں کے لیے"۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَزۡوَاجًا کا مطلب اَصۡنَافًا ہے۔ زمین کی نباتات میں سے ہر قسم مختلف ہے، کھجور ایک صنف ہے، انگور ایک قسم ہیں۔ ہر وہ چیز جسے زمین اگاتی ہے وہ مختلف قسمیں ہیں۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شَتّٰی کا معنی مختلف ہے اور لِّاُولِی النُّهٰی سے مراد متقین ہیں۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لِّاُولِی النُّهٰی سے مراد صاحب عقل اور دانش مند لوگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِّاُولِی النُّهٰی سے مراد متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِّاُولِی النُّهٰی سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان چیزوں سے بچتے ہیں جن سے انہیں منع کیا گیا ہوتا ہے۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِیۡهَا نُعِیۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰی ﴿۵۵﴾ وَ لَقَدۡ اَرَیۡنٰهُ اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰی ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ اَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ یٰمُوۡسٰی ﴿۵۷﴾ فَلَنَاۡتِیَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَكَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَ لَاۤ اَنۡتَ مَكَانًا سُوًی ﴿۵۸﴾

"اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اسی سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر۔ اور ہم نے دکھلا دیں فرعون کو اپنی ساری نشانیاں پھر بھی اس نے جھٹلایا اور ماننے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا موسیٰ! کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ نکال دو ہمیں اپنے ملک سے اپنے جادو کی طاقت سے۔ سو ہم بھی لائیں گے تیرے مقابلہ میں جادو ویسا ہی۔ پس (اب) مقرر کرو ہمارے اور اپنے درمیان مقابلے کا دن، نہ ہم پھریں اس سے اور نہ ہی تو پھرے، جمع ہونے کی جگہ ہموار اور کھلی ہو"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 203، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فرشتہ اس جگہ کی مٹی لیتا ہے جہاں انسان نے مدفون ہونا ہوتا ہے پھر وہ اسے نطفہ پر بکھیرتا ہے۔ پس انسان اس مٹی اور اس نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ **مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ** سے یہی مراد ہے۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم کو قبر میں رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا **مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى** (بِسْمِ اللّٰهِ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ)(1)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **تَارَةً اُخْرٰى** کا مطلب مَرَّةً اُخْرٰى ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **مَكَانًا سُوًى** کا مطلب ایسی جگہ ہے جو مسافت کے اعتبار سے ان کے درمیان برابر ہو۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **مَكَانًا سُوًى** سے مراد یہ ہے کہ میرے اور تیرے درمیان وہ جگہ نصف نصف ہو۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **مَكَانًا سُوًى** کا مطلب ایسا ہموار میدان ہے جس میں تمام لوگ برابر نظر آئیں جہاں نہ کوئی آواز ہو، نہ کوئی چیز کسی دوسری چیز سے غائب ہو۔ ہر چیز برابر دکھائی دے۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾

''آپ نے فرمایا (تمہارا چیلنج منظور ہے) جشن کا دن تمہارے لیے مقرر کرتا ہوں اور یہ خیال رہے کہ سارے لوگ چاشت کے وقت جمع ہو جائیں۔ پھر فرعون واپس مڑا اور اکٹھا کیا اپنی فریب کاریوں کو پھر خود آیا''۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ **يَوْمُ الزِّيْنَةِ** سے مراد یوم عاشورہ ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ صَامَ يَوْمَ الزِّيْنَةِ اَدْرَكَ مَافَاتَهٗ الخ یعنی جس نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اس نے اس سال کے فوت شدہ روزہ کو پالیا اور جس نے عاشوراء کے دن صدقہ کیا اس نے اس سال اپنے فوت شدہ صدقہ کو پالیا۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے: **يَوْمُ الزِّيْنَةِ** سے مراد ان کی عید کا دن ہے۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **يَوْمُ الزِّيْنَةِ** سے مراد ان کی عید کا دن ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 411 (3433)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 373 (1817)، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً (1818)

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بازار کا دن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یَوْمُ الزِّیْنَةِ سے مراد عید کا دن ہے جس دن لوگ اپنے کاموں سے فارغ ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی ملاقات اور زیارت کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى اس مقرر وقت پر لوگ جمع ہوں گے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابونہیک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی فرعون تو لوگوں کو جمع کرے۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ
قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝٦١ فَتَنَازَعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝٦٢
قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ
بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝٦٣ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ
وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝٦٤ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ
اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝٦٥ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ
يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝٦٦ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً
مُّوْسٰى ۝٦٧ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝٦٨ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ
مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝٦٩
فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ۝٧٠ قَالَ اٰمَنْتُمْ
لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ
فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ
النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ۝٧١

''فرمایا ان فرعونیوں کو موسیٰ نے کم بختو! نہ بہتان باندھو اللہ تعالیٰ پر جھوٹے ورنہ وہ تمہارا نام ونشان مٹا دے گا کسی

عذاب سے اور (اس کا یہ اٹل قانون ہے) کہ ہمیشہ نامراد رہتا ہے جو افترا بازی کرتا ہے۔ پس وہ جھگڑنے لگے اس کام کے متعلق آپس میں اور چھپ چھپ کر مشورے کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے بلاشبہ یہ دو جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ نکال دیں تمہیں تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اور مٹا دیں تمہاری تہذیب وثقافت کے مثالی طریقوں کو۔ پس یکجا کرلو اپنی حیلہ سازیوں کو پھر آؤ پرے باندھے ہوئے اور کامیاب ہوگا آج وہ گروہ جو (اس مقابلہ میں) غالب رہا۔ جادوگر بولے اے موسیٰ! کیا پہلے آپ پھینکیں گے یا ہم ہی ہو جائیں پہلے پھینکنے والے۔ فرمایا نہیں تم ہی (پہلے) پھینکو پھر کیا تھا یکایک ان کی رسیاں اوران کی لاٹھیاں آپ کو یوں دکھائی دینے لگیں ان کے جادو کے اثر سے جیسے وہ دوڑ رہی ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔ ہم نے فرمایا (اے کلیم!) مت ڈرو یقیناً تم ہی غالب رہوگے۔ اور زمین پر پھینک دو جو (عصا) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے، یہ نگل جائے گا جو انہوں نے کاریگری کی ہے، انہوں نے جو کاریگری کی ہے وہ تو فقط جادوگر کا فریب ہے اور نہیں فلاح پاتا جادوگر جہاں بھی وہ جائے۔ پس گرا دیئے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے، انہوں نے (برملا) کہہ دیا (اے لوگو! سن لو) ہم ایمان لے آئے ہیں ہارون اور موسیٰ کے رب پر۔ فرعون (کو یارائے ضبط نہ رہا) بولا تم ایمان لاچکے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں نے تمہیں (مقابلہ کی) اجازت دی، وہ تو تمہارا بڑا (گرو) ہے جس نے تمہیں سکھایا ہے جادو (کافن) تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں کاٹ ڈالوں گا تمہارے ہاتھ پاؤں یعنی ایک طرف کا ہاتھ ایک طرف کا پاؤں اور سولی چڑھاؤں گا تمہیں کھجور کے تنوں پر اور تم خوب جان لوگے کہ ہم میں سے کس کا عذاب شدید اور دیرپا ہے''۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى سے مراد قوم کے شریف اور سرکردہ لوگ ہیں۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور وکیع رحمہم اللہ نے الغرور میں حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى سے مراد قوم کے اشرف لوگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے روایت کیا ہے کہ بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى سے مراد دین ہے جس پر وہ کاربند تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روات کیا ہے کہ مَنِ اسْتَعْلٰى سے مراد مَنْ غَلَبَ ہے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ سانپ بن گیا اوران کی رسیوں اور جو کچھ انہوں نے کاریگری کی تھی سب کو کھانے لگا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت جندب بن عبداللہ البجلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جادوگر کو پاؤ تو اسے قتل کردو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ''یعنی جادوگر جہاں بھی ہو امن میں نہیں ہوتا''۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 376 (1727)

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ
مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ﴿۷۲﴾ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا
لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى
﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا
يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ
الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾

''انہوں نے کہا (اے فرعون!) ہمیں اس کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا! ہم ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تجھے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ پس (ہمارے بارے میں) جو فیصلہ تو کرنا چاہتا ہے کر دے (ہمیں ذرا پرواہ نہیں) تو صرف اس (فانی) دنیوی زندگی کے بارے میں ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ یقیناً ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب پر تاکہ وہ بخش دے ہمارے لیے ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو بھی جس پر تم نے مجبور کیا ہے یعنی فن سحر اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ بے شک جو شخص بارگاہ الٰہی میں مجرم بن کر آئے تو اس کے لیے جہنم (کا شعلہ زار) ہے، نہ وہ مر ہی سکے گا اس میں اور نہ وہ زندہ ہوگا۔ اور جو شخص حاضر ہوگا بارگاہ الٰہی میں مومن بن کر اس حال میں کہ اس نے عمل بھی نیک کیے ہوں تو یہ وہ (سعادت مند) ہیں جن کے لیے بلند درجات ہیں۔ یعنی سدا بہار باغات، رواں ہیں جن کے نیچے نہریں، وہ (خوش نصیب) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ہے جزا ان کی جنہوں نے (اپنا دامن ہر آلائش سے) پاک رکھا''۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فرعون کے جادوگروں کی تعداد نو سو تھی۔ انہوں نے فرعون سے کہا اگر تو یہ دونوں جادوگر ہیں تو ہم ان پر غالب آ جائیں گے کیونکہ ہم سے زیادہ جادوگر کوئی نہیں ہے۔ اور اگر ان کے پاس رب العالمین کی طرف سے معجزات ہیں (تو پھر مقابلہ ممکن نہیں)۔ جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے سامنے اپنے جادو اور فریب کاری کی درگت بنتی دیکھی تو فوراً سجدے میں گر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سجدے میں ہی اپنی جنت کی منازل دکھا دیں جن کی طرف انہوں نے لوٹ کر جانا تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا تھا کہ ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے اس پر جو ہمارے پاس دلیلیں آ چکی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قاسم بن ابی بزہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ سجدے میں گئے تو انہوں نے دوزخیوں کو اور

اہل جنت اوران کے ثواب وعذاب کو دیکھا تو کہا ہم ہرگز ترجیح نہ دیں گے تجھے ان دلیلوں پر جو ہمارے پاس آچکی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے وَ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ کے تحت روایت کیا ہے کہ فرعون نے چالیس نوجوانوں کو منتخب کیا اور انہیں جادوگروں سے جادو سیکھنے کا حکم دیا۔ اس نے ماسٹر جادوگروں سے کہا کہ انہیں اس طرح کا جادو سکھائیں کہ ان پر کوئی شخص غالب نہ آئے۔ ابن عباس نے فرمایا: ان لوگوں نے کہا اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا الخ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى اگر میں اللہ کی اطاعت کروں تو اللہ تعالیٰ تجھ سے بہتر ہے اور اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو اس کا عذاب تیرے عذاب سے زیادہ دائمی ہے۔

امام مسلم، احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا: یہ آیت پڑھی اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا الخ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخی وہی ہیں جو دوزخی ہیں۔ وہ دوزخ میں نہ تو مریں گے اور نہ زندہ ہوں گے اور جو دوزخ کے اہل نہ ہوں گے، پہلے انہیں جہنم کی آگ مارے گی پھر شفاعت کرنے والے ان کی سفارش کریں گے تو پھر انہیں اکٹھا کر کے ایک نہر پر لایا جائے گا جس کو (نہر) حیات یا حیوان کہا جاتا ہے۔ پس ان کے جسموں پر اس طرح گوشت اگ آئے گا جیسے لکڑی اگتی ہے سیلاب کے لائے ہوئے کوڑے کرکٹ میں۔ (1)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ بلند درجات کو حاصل نہیں کر سکے گا۔ جو کہانت (غیب کی خبریں بتانا) کا عمل کرتا ہے، جو قسمت کے تیر نکالتا ہے اور جو کسی فال کی وجہ سے سفر سے واپس آجاتا ہے۔

امام الاصبہانی رحمہ اللہ نے الترغیب میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو اپنے بھائی کو بادشاہ کے پاس لے جائے نیکی پہنچانے کی خاطر یا اس سے تکلیف دور کرنے کی خاطر تو اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرے گا۔

امام ابن المبارک نے الزہد میں، ابونعیم رحمہما اللہ نے الحلیہ میں حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو جنت میں داخل فرمائے گا اور انہیں اتنی نعمتیں عطا فرمائے گا کہ وہ اکتا جائیں گے اور ان کے اوپر کے درجات میں کچھ لوگ ہوں گے، جب وہ انہیں دیکھیں گے تو پہچان لیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! یہ ہمارے بھائی ہیں، ہم ان کے ساتھ تھے تو نے انہیں ہم پر فضیلت کیوں عطا فرمائی؟ ارشاد ہوگا دور ہو جاؤ! یہ وہ لوگ ہیں جو بھوکے رہتے تھے جب کہ تم پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور یہ پیاسے رہتے تھے جب تم سیر ہو کر پیتے تھے، یہ قیام کرتے تھے جب تم آرام کی نیند سوتے تھے اور جب تم شکستہ ہوتے تھے وہ بلند ہوتے تھے۔

احمد نے الزہد میں ابن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک آدمی اور اس کا غلام دونوں جنت میں جائیں گے، غلام آقا سے بلند درجہ ہوگا تو مالک عرض کرے گا اے میرے رب! دنیا میں یہ میرا غلام تھا؟ ارشاد ہوگا یہ تجھ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتا تھا۔

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 104، وزارت تعلیم اسلام آباد

امام ابوداؤد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلند درجات پر فائز اہل جنت کو نیچے والے ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر چمکنے والے ستارے دیکھتے ہو۔ ابوبکر وعمر ان بلند درجات والوں میں سے ہیں اور زیادہ نعمتیں پائیں گے۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى
الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ
فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾
يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ
الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا
رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ
غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ
اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى
اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ
بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ
اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۗ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ
الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ
مَّوْعِدِىْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا
مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِىُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ
عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِىَ ﴿٨٨﴾
اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾
وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ

الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ
حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ
ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ
بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ
اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ
بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ
كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ
تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ
الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾

’’اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف کہ راتوں رات لے چلیے میرے بندوں کو (مصر سے) (راہ میں سمندر حائل ہو) تو عصا کی ضرب سے ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بنا لیجئے نہ تمہیں پیچھے سے پکڑے جانے کا ڈر ہو اور نہ کوئی اور اندیشہ۔ پس فرعون نے ان کا تعاقب کیا اپنے لشکروں سمیت۔ چھا گئیں فرعونیوں پر سمندر (کی تند موجیں) جیسا کہ چھا گئیں ان پر۔ اور گمراہ کر دیا فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ دکھائی انہیں سیدھی راہ۔ اے بنی اسرائیل! (دیکھو!) ہم نے بچا لیا تمہیں تمہارے دشمن سے اور ہم نے تم سے وعدہ کیا (کوہ) طور کی دائیں جانب کا اور ہم نے اتارا تم پر من وسلویٰ۔ کھاؤ ان پاک چیزوں سے جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اور اس میں حد سے تجاوز نہ کرنا اور نہ اترے گا تم پر میرا غضب اور وہ (بدنصیب) اترتا ہے جس پر میرا غضب تو یقیناً وہ گر کر رہتا ہے۔ اور میں بلاشبہ بہت بخشنے والا ہوں اسے جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے بعد از اں ہدایت پر مستحکم رہتا ہے۔ اور کس وجہ سے تم جلدی آگئے اپنی قوم سے اے موسیٰ! عرض کی وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور میں جلدی جلدی تیری بارگاہ میں اس لیے حاضر ہو گیا ہوں میرے رب کہ تو راضی ہو جائے۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے (چلے آنے کے) بعد اور گمراہ کر دیا ہے انہیں سامری نے۔ (یہ سنتے ہی) لوٹے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر۔ فرمایا اے میری قوم! کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے تمہارے رب نے بہت عمدہ وعدہ۔ تو کیا طویل مدت گزر گئی ہے اس وعدہ پر (اور تم اس کے ایفاء سے مایوس ہو گئے) یا تم یہ چاہتے ہو کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی طرف سے۔ اس

لیے تم نے توڑ ڈالا میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ۔ کہنے لگے نہیں توڑا ہم نے آپ سے کیا ہوا وعدہ اپنے اختیار سے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم پر لاد دیئے گئے تھے بوجھ قوم (فرعون) کے زیورات سے۔ سو ہم نے (سامری کے کہنے پر) انہیں پھینک دیا اسی طرح سامری نے بھی (اپنے حصہ کے زیور) پھینک دیئے۔ پھر سامری نے بنا نکالا ان کے لیے بچھڑے کا ڈھانچہ جو گائے کی طرح ڈکارتا تھا پھر سامری اور اس کے چیلوں نے کہا (اے فرزندان یعقوب!) یہ ہے تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا پس موسیٰ بھول گئے۔ کیا ان احمقوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ اختیار رکھتا ہے ان کے لیے کسی ضرر کا اور نہ نفع کا۔ اور بے شک کہا تھا انہیں ہارون نے (موسیٰ کی واپسی سے پہلے) اے میری قوم! تم تو فتنہ میں مبتلا ہو گئے اس سے اور بلاشبہ تمہارا رب تو وہ ہے جو بے حد مہربان ہے پس تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ قوم نے کہا ہم تو اسی کی عبادت پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ لوٹ آئیں ہماری طرف موسیٰ (علیہ السلام)۔ موسیٰ نے (آ کر غصہ سے) کہا اے ہارون! کس چیز نے تجھے روکا کہ جب تو نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا۔ تو (انہیں چھوڑ کر) میرے پیچھے نہ چلا آیا۔ کیا تو نے بھی میری حکم عدولی کی۔ ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے (بھائی!) نہ پکڑو میری داڑھی کو اور نہ میرے سر (کے بالوں) کو میں نے اس خوف سے (ان پر سختی نہیں کی) کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تو نے پھوٹ ڈال دی بنی اسرائیل کے درمیان اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ آپ نے پوچھا اے سامری! (اس فتنہ انگیزی) سے تیری غرض کیا تھی۔ اس نے کہا میں نے دیکھی ایسی چیز جو لوگوں نے نہ دیکھی پس میں نے مٹھی بھر لی، رسول کی سواری کے نشان قدم کی خاک سے پھر اسے ڈال دیا (اس ڈھانچہ میں) اور اس طرح آراستہ کر دی میرے نفس نے یہ بات۔ آپ نے (غصہ سے) فرمایا جا چلا جا پس تیرے لیے اس زندگی میں تو یہ (سزا) ہے کہ تو کہتا پھرے گا مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور بے شک تیرے لیے ایک اور وعدہ (عذاب) بھی ہے جس کی خلاف ورزی نہیں ہو گی اور (ذرا) دیکھ اپنے اس خدا کی طرف جس پر تو جم کر بیٹھا رہا (اس کا کیا حشر ہوتا ہے) ہم اسے جلا ڈالیں گے پھر ہم بکھیر کر بہا دیں گے اس سمندر میں اس (کی راکھ) کو"۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا** یعنی اپنا عصا مار کر اپنا راستہ بنا لو جس پر نہ پانی ہو اور نہ کیچڑ۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے **يَبَسًا** کا معنی یَابِساً (خشک) روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا یہ فرعون آ رہا ہے، ہم تو پکڑے گئے اور یہ دریا ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں دریا سے غرق ہونے یا کیچڑ میں پھنسنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: **لَّا تَخٰفُ دَرَكًا** آل

فرعون سے پکڑے جانے کا تمہیں کوئی خوف نہ ہو۔ وَلَا تَخْشٰی اور دریا میں غرق ہونے کا تمہیں کوئی اندیشہ نہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَلْیَمِّ سے مراد دریا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ کے تحت روایت کیا ہے کہ طغیان یہ ہے کہ وہ اسے بغیر حلت کے پکڑ لے۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے یَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ کے تحت روایت کیا ہے: تم پر میرا غضب اترے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الاعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یَحِلَّ کو لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے، اس تفسیر پر کہ جس پر میرا غضب واجب ہے

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابومجلز رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فرماتے ہیں اگر اس مخلوق میں سے کوئی مخلوق اس پر ناراض ہوگی تو اسے بلائے گا اور اس سے بات کرے گا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے هَوٰی کا معنی شقی (بدبخت ہوا) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شقی بن ماتع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جہنم میں ایک محل ہے، کافر کو اس کے اوپر سے پھینکا جائے گا۔ وہ اس میں چالیس (سال) گرتا جائے گا کھنکھناتی مٹی تک پہنچنے سے پہلے تک۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی کا یہی مطلب ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ یعنی جو شرک سے توبہ کرے تو میں اسے بلاشبہ بخشنے والا ہوں، اٰمَنَ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک تسلیم کرے، وَعَمِلَ صَالِحًا فرائض کو ادا کرے، ثُمَّ اهْتَدٰی پھر اسے کوئی شک نہ ہو (مذکورہ ہدایت پر مستحکم ہو)

امام سعید بن منصور اور الفریابی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ جو گناہ سے توبہ کرے شرک سے محفوظ ہو جائے اور اللہ اور اپنے درمیان نیک اعمال کرے، ثُمَّ اهْتَدٰی پھر جان لے کہ اس کے عمل کا ثواب ہے اس پر اسے جزا دی جائے گی۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: ثُمَّ اهْتَدٰی پھر وہ اہل سنت و جماعت کے مسلک پر قائم رہا۔

امام ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کے طریق سے کسی صحابی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر جلدی جلدی اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا جلدی کیوں آ گئے؟ عرض کی وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میں آپ کی بارگاہ میں جلدی آ گیا ہوں تا کہ تو راضی ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرش کے سایہ میں ایک شخص دیکھا تو بڑے متعجب ہوئے۔ عرض کی یارب! یہ کون ہے؟ فرمایا میں تجھے اس کی بابت نہیں بتاؤں گا لیکن اس کے تین خصائل بتاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جو اپنے فضل سے مال و رزق عطا

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 374 (1823)، دارالکتب العلمیہ بیروت

فرمایا یہ اس پر وہ ان سے حسد نہیں کرتا، اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا اور چغلی نہیں کھاتا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت وہب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنے کا وعدہ فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام مقررہ وقت پر نکل پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام تھے تو پیچھے سے ایک آواز سنی، عرض کی الٰہی! میں اپنے پیچھے سے آواز سن رہا ہوں؟ فرمایا شاید تیری قوم گمراہ ہوگئی ہے، عرض کی الٰہی! اس کو کس نے گمراہ کیا ہے؟ فرمایا سامری نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اس نے انہیں کیسے گمراہ کیا ہے؟ فرمایا اس نے اس کے لیے ایک گائے کے بچھڑے کا ڈھانچہ تیار کیا ہے جو گائے کی طرح ڈکارتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی! اس سامری نے ان کے لیے بچھڑے کا ڈھانچہ تیار کیا تو اس میں روح کس نے پھونکی حتیٰ کہ وہ ڈکارنے لگا؟ فرمایا اے موسیٰ! میں نے اس میں روح پھونکی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تیری عزت کی قسم! تیرے علاوہ کسی نے میری قوم کو گمراہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے، عرض کی اے حکیم الحکما! کسی حکیم کے لیے مناسب نہیں کہ جو تجھ سے زیادہ محکم ہو۔

امام ابن جریر نے اپنی تہذیب میں حضرت راشد بن سعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم سے چالیس راتوں کا وعدہ کر کے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تیری قوم تیرے بعد فتنہ میں مبتلا ہوگئی ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! کیسے فتنہ میں مبتلا ہو گئے؟ حالانکہ میں نے انہیں فرعون سے نجات دلائی، انہیں سمندر سے نجات بخشی، میں نے ان پر انعام فرمایا، میں نے ان پر کرم فرمایا؟ فرمایا: اے موسیٰ! انہوں نے آپ کے بعد بچھڑے کا ایک ڈھانچہ بنایا جو گائے کی طرح ڈکارتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! اس میں روح کس نے پھونکی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب! تو نے انہیں گمراہ کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اے نبیوں کی اصل! اے ابوالحکام! میں نے اس کی محبت ان کے دلوں میں دیکھی تو میں نے پھر ان کو یہ دے دیا۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: جب موسیٰ علیہ السلام جلدی جلدی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سامری نے پیچھے بنی اسرائیل کے زیورات جمع کیے اور اس کا ایک ڈھانچہ تیار کیا۔ پھر ایک مٹھی اس کے پیٹ میں ڈالی تو وہ ڈھانچہ گائے کی طرح ڈکارتا تھا۔ سامری نے لوگوں کو کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہے، ہارون نے انہیں کہا اے قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے عمدہ وعدہ نہیں کیا تھا، پھر جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو اپنے بھائی کو سر سے پکڑا۔ ہارون نے کہا جو کہا۔ موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو کہا تیری اس فتنہ انگیزی سے کیا غرض تھی؟ اس نے کہا میں نے دیکھی ایسی چیز جو لوگوں نے نہ دیکھی۔ پس میں نے مٹھی بھر لی رسول کی سواری کے نشان قدم کی خاک سے پھر اسے ڈال دیا (اس ڈھانچہ میں) اور اس طرح آراستہ کر دی میرے لیے میرے نفس نے یہ بات۔ موسیٰ علیہ السلام اس بچھڑے کے قریب گئے۔ اس کو ریتی سے رگڑا۔ وہ بچھڑا نہر کے کنارے پر تھا۔ پس جس نے ان بچھڑے کے پجاریوں میں سے اس پانی کو پیا اس کا چہرہ سونے کی طرح زرد ہو گیا۔ لوگوں نے کہا یا موسیٰ! ہماری توبہ کیا ہے؟ فرمایا تم ایک دوسرے کو قتل کرو، پس انہوں نے چھریاں لے لیں، ہر شخص نے

اپنے باپ، بھائی اور بیٹے کو قتل کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان میں سے ستر ہزار قتل ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی انہیں حکم دو کہ اپنے ہاتھ اٹھالیں یعنی قتل سے رک جائیں۔ جو قتل کیے گئے ہیں میں نے انہیں معاف کر دیا ہے اور جو باقی ہیں ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔(1)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب فرعون اور اس کے حواری سمندر پر پہنچے تو فرعون سیاہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کا گھوڑا سمندر میں داخل ہونے سے ڈر گیا۔ پس جبرئیل امین نے اس کے لیے ایک گھوڑی سامنے کی، گھوڑے نے اسے دیکھا تو وہ پیچھے اس میں داخل ہو گیا، سامری نے جبرئیل کو پہچان لیا کیونکہ جب اس کی ماں کو اس کے ذبح ہونے کا خدشہ ہوا تھا تو اس نے اسے غار میں چھپا دیا تھا اور غار کا منہ بند کر دیا تھا۔ جبرئیل امین اس کے پاس آتے تھے اور اسے ایک انگلی کے ذریعے دودھ اور دوسری انگلی کے ذریعے شہد کے ساتھ غذا دیتے تھے اور ایک انگلی کے ذریعہ سے اسے گھی کھلاتے تھے، اس طرح وہ پرورش پاتا رہا حتیٰ کہ وہ بڑا ہو گیا۔ جب سامری نے اسے سمندر میں دیکھا تو پہچان گیا۔ اس نے جبرئیل کے گھوڑے کے نشان قدم سے مٹھی مٹی کی بھر لی۔ ابن عباس فرماتے ہیں: گھوڑے کے سم کے نیچے سے اس نے مٹی لی تھی اور سامری کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ تو اس مٹی کو جس چیز پر ڈالے گا اور پھر تو اسے کن (ہو جا) کہے گا تو وہ ہو جائے گی۔ سامری کے پاس وہ مٹی تھی حتیٰ کہ وہ دریا سے تجاوز کر گیا، جب موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل دریا سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تھا تم میرے پیچھے میری قوم میں رہو اور اصلاح کرتے رہو اور مفسدین کے راستہ کی پیروی نہ کرو، موسیٰ علیہ السلام خود اپنے رب کی بارگاہ میں مقررہ جگہ اور مقررہ وقت میں پہنچ گئے۔ بنی اسرائیل کے پاس آل فرعون کے زیورات تھے تو وہ گویا گناہ سے بچنا چاہتے تھے۔ انہوں نے وہ زیور نکالے تاکہ انہیں آگ آئے اور کھا جائے۔ جب انہوں نے وہ زیورات جمع کیے تو سامری نے مٹھی سے اشارہ کیا اور ان زیورات پر مٹی ڈال دی اور کہا تو ایسا بچھڑے کا ڈھانچہ بن جا جس میں گائے کی طرح ڈکارنا بھی ہو۔ پس وہ اسی طرح بن گیا، ہوا اس کی دبر میں داخل ہوتی اور اس کے منہ سے نکل جاتی اس طرح اس سے آواز سنی جاتی تھی۔ اس نے بنی اسرائیل سے کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ کا خدا ہے، پس وہ اس پر جم کر بیٹھ گئے اور اس کی عبادت شروع کر دی۔ ہارون علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! تم اس کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہو، تمہارا رب تو بے حد مہربان ہے، تم میری اتباع کرو اور میرے حکم کی پیروی کرو، انہوں نے کہا ہم تو اسی پر جمے رہیں گے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف لوٹ کر آجائیں۔

امام ابن اسحٰق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سامری باجر ما کے لوگوں میں سے تھا اور وہ لوگ گائے کی پوجا کرتے تھے، وہ بھی گائے کی پوجا کی محبت دل میں رکھتا تھا جب کہ اس نے بنی اسرائیل میں اپنا اسلام ظاہر کیا ہوا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تشریف لے گئے تو ہارون علیہ السلام نے انہیں کہا تم نے آل فرعون کا مال ومتاع اٹھایا ہے، اس لیے تم اس سے پاک ہو جاؤ کیونکہ وہ تمہارے لیے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 411 (3434)، دارالکتب العلمیہ بیروت

ناپاک چیز ہے، آگ جلائی گئی آپ نے فرمایا: جو کچھ زیورات وغیرہ تمہارے پاس ہیں وہ اس میں ڈال دو۔ لوگ وہ زیورات لاتے رہے اور اس آگ میں ڈالتے رہے۔ سامری نے جبرئیل امین کے گھوڑے کے پاؤں کا نشان دیکھا تو اس نے اس جگہ سے مٹی اٹھالی۔ پھر وہ آگ کی طرف آیا اور حضرت ہارون سے کہا اے اللہ کے نبی! میرے ہاتھ میں کچھ ہے؟ حضرت ہارون نے فرمایا ہاں ہے، حضرت ہارون کا خیال تھا کہ اس کے پاس بھی زیورات اور سامان ہے، اس نے وہ مٹھی مٹی کی ان زیورات پر ڈال دی اور کہا تو ایک بچھڑے کا ڈھانچہ بن جا جس میں گائے کا ڈکارنا بھی ہو یہ سب کچھ بطور آزمائش تھا۔ سامری نے کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا خدا ہے۔ پس وہ اس پر ڈٹ کر بیٹھ گئے وہ اس سے انتہائی محبت کرنے لگے پس سامری نے اسلام کو ترک کر دیا۔ کیا ان احمقوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ اختیار رکھتا ہے ان کے لیے کسی ضرر کا اور نہ نفع کا۔ سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ وہ مصر کی زمین میں پیدا ہوا تھا اور بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ حضرت ہارون علیہ السلام دوسرے مسلمانوں کے ساتھ رہے تاکہ موسیٰ علیہ السلام یہ نہ کہیں کہ تو نے پھوٹ ڈال دی بنی اسرائیل کے درمیان اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔

امام ابن ابی حاتم ابن عباس سے روایت فرماتے ہیں کہ ہارون علیہ السلام سامری کے پاس سے گزرے تو وہ بچھڑا تراش رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا کر رہا ہے؟ سامری نے کہا جو نقصان نہ دے گی اور نہ نفع دے گی، ہارون نے کہا اے اللہ! اس کے دل کی خواہش پوری فرما دے۔ حضرت ہارون چلے گئے تو سامری نے یہ دعا مانگی اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ گائے کی طرح ڈکارے، پس وہ بچھڑے کا ڈھانچہ ڈکارتا تو وہ سارے اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے، جب وہ ڈکارتا تو وہ سر اٹھا لیتے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی اسرائیل نے قبطیوں سے زیورات عاریۃً لیے پھر وہ اپنے ساتھ لے کر نکل آئے۔ حضرت ہارون نے انہیں فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کے لیے گئے ہیں، تم یہ زیورات ان کی واپسی تک جمع کر کے رکھ لو، وہ تشریف لائیں گے تو فیصلہ فرمائیں گے، وہ زیورات جمع کیے گئے پھر پگھلائے گئے۔ جب سامری نے ان پر مٹھی مٹی کی ڈالی تو وہ ڈکارنے والا بچھڑے کا ڈھانچہ بن گیا، سامری نے کہا یہ تمہارا خدا ہے اور موسیٰ کا خدا ہے، موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی تلاش میں تشریف لے گئے تو بھول گئے اور مقررہ جگہ معلوم نہ ہوئی کہ وہ یہاں ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام آئے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف لے گئے تو سامری نے لوگوں میں جبرئیل کو دیکھ لیا۔ اس نے جبرئیل کے گھوڑے کے پاؤں سے مٹی کی مٹھی بھر لی، جبرئیل نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پیچھے بٹھا لیا حتی کہ آسمان کے دروازے تک بلند ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تختیاں لکھی جا رہی تھیں تو آپ قلموں کے چلنے کی آواز سن رہے تھے، جب موسیٰ علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ ان کی قوم فتنہ میں مبتلا ہو گئی ہے تو موسیٰ علیہ السلام نیچے اترے اور بچھڑے کو پکڑ کر جلا دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سامری اہل کرمان سے تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، گفتگو ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم اپنی قوم کو چھوڑ کر جلدی کیوں آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں، میں تیری بارگاہ میں جلدی آیا اے میرے رب! تا کہ تو ناراض نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈالا اور سامریؑ نے انہیں گمراہ کر دیا، جب موسیٰ علیہ السلام کو ان کی گمراہی کی خبر ملی تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یارب! اس سامری نے تو انہیں بچھڑا بنانے کو کہا یہ تو بتا کہ اس میں روح کس نے پھونکی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یارب! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس غضب ناک اور افسردہ خاطر ہو کر لوٹے اور کہا اے میری قوم! کیا وعدہ نہیں کیا تھا تم سے تمہارے رب نے بہت عمدہ تو کیا طویل مدت گزر گئی ہے اس وعدہ پر (اور تم اس کے ایفاء سے مایوس ہو گئے) یا تم یہ چاہتے ہو کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کی طرف سے اس لیے تم نے توڑ ڈالا میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ۔ کہنے لگے نہیں توڑا ہم نے کیا ہوا وعدہ اپنے اختیار سے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم پر لاد دیئے گئے تھے بوجھ قوم (فرعون) کے زیورات کے سو ہم نے (سامری کے کہنے پر) انہیں پھینک دیا۔ اسی طرح سامری نے بھی (اپنے حصہ کے زیور) پھینک دیئے۔ پس اسرائیلی اس بچھڑے کی عبادت پر ڈٹ گئے۔ وہ ڈکارتا تھا اور چلتا تھا۔ ہارون علیہ السلام نے انہیں یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ...... الآیہ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور سامری سے اس بچھڑے کی غرض و غایت پوچھی اور فرمایا ذرا دیکھ اپنے خدا کی طرف جس پر تو جم کر بیٹھا رہا (اس کا حشر کیا ہوتا ہے) ہم اسے جلا ڈالیں گے۔ آپ نے اسے ذبح کر دیا پھر ریتی کے ساتھ اسے رگڑ دیا پھر اسے دریا میں بکھیر دیا۔ پس ہر نہر میں اس کا پانی پہنچ گیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلیوں سے کہا اس پانی سے پیو۔ انہوں نے پیا پس جو لوگ اس بچھڑے سے محبت کرتے تھے تو ان سے سونا نکلا۔ اللہ نے فرمایا وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ (البقرہ:93) جب موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے اور قوم نے اپنی گمراہی کو سمجھ لیا تو کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہماری مغفرت نہ فرمائے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی توبہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر جبکہ وہ اپنے رشتہ داروں کو خود قتل کریں۔ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو اور تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے (خاندان والوں کو) خود قتل کرو۔ پس بچھڑے کی عبادت کرنے والوں اور بچھڑے کی عبادت نہ کرنے والوں کے درمیان تلواریں چلنا شروع ہو گئیں جس نے اس جنگ میں حصہ لیا وہ شہید ہوا حتی کہ پشتوں کے پشتے لگ گئے۔ قریب تھا کہ بنی اسرائیل ہلاک ہو جاتے۔ حتی کہ ان میں سے ستر ہزار قتل ہو گئے تھے، حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے دعا مانگی اے ہمارے رب! بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے۔ ان بقیہ لوگوں پر مہربانی فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہتھیار ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اور ان کی توبہ قبول فرمالی، جو قتل ہو گیا تھا وہ شہید تھا اور جو باقی تھا اس کے لیے یہ جنگ گناہوں کی معافی کا کفارہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَتَابَ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (البقرہ) پھر اللہ

تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں کو لے آئیں جو بچھڑے کی عبادت سے معذرت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک وقت مقرر فرمایا، موسیٰ علیہ السلام نے ستر افراد کا انتخاب فرمایا۔ پھر چلے تا کہ وہ بچھڑے کی عبادت پر معافی مانگیں۔ جب وہ مقررہ جگہ پر پہنچے تو کہنے لگے ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہر دیکھ لیں، تو نے اللہ سے کلام کی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرا۔ پس اس جرم کی پاداش میں انہیں کڑک نے آلیا، وہ مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام رونا شروع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے میرے رب! میں اپنی قوم کے پاس جا کر کیا کہوں گا کہ تو نے ان کے چیدہ چیدہ افراد کو ہلاک کر دیا ہے۔ اے میرے رب! تو نے اگر انہیں ہلاک کرنا تھا تو پہلے ہی انہیں ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی۔ کیا تو ہمیں اس فعل کی وجہ سے ہلاک کر رہا ہے جو ہم میں سے بے وقوفوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ یہ ستر افراد ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنایا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش، اس کے ساتھ تو جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ میں الْعَهْدُ سے مراد وعدہ ہے۔ مَّوْعِدِيْ سے مراد عَهْدِيْ ہے۔ اَوْزَارًا کا مطلب اَثْقَالًا (بوجھ) ہے۔ اس سے مراد وہ زیورات ہیں جو بنی اسرائیل نے آل فرعون سے عاریۃً لیے تھے، فَقَذَفْنٰهَا کا مطلب اَلْقَيْنَاهَا (ہم نے انہیں ڈالا) ہے خوار کا مطلب خفیف ہوا ہے۔ یہ اس کا ڈکارنا تھا۔ العجل، گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بِمَلْكِنَا کا مطلب بِاَمْرِنَا روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ سے بِمَلْكِنَا کا معنی طَاقَتِنَا روایت کیا ہے۔ (1)

ابن ابی حاتم نے سدی سے یہی روایت کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حسن سے بِمَلْكِنَا کا مطلب سُلْطَانِنَا روایت کیا ہے، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بِمِلْكِنَا پڑھا ہے۔ معنی دونوں قراءتوں کا ایک معنی ہے۔

امام الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے فَنَسِيَ کے تحت روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بھول گئے کہ تمہیں یاد دلائیں کہ یہ ان کا الٰہ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے فَنَسِيَ کے تحت روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام بچھڑے خدا سے بھول گئے ہیں، اَلَّا يَرْجِعُ کا فاعل العجل (بچھڑا) ہے۔ ضرا کا مطلب ضلالت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہارون سے حضرت موسیٰ نے کہا کہ جب آپ نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تو آپ نے انہیں میرے احکام کی طرف کیوں نہ بلایا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو اصلاح کرنے اور مفسدین کے راستے کی اتباع نہ کرنے کا حکم فرمایا تھا، تو اصلاح میں سے یہ بھی تھا کہ آپ بچھڑے کا انکار

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 374 (1821)، دار الکتب العلمیہ بیروت

کرتے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ الخ یعنی مجھے اندیشہ ہوا کہ ان میں سے بعض میری اتباع کریں گے اور بعض اتباع نہ کریں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ نیک لوگوں نے تم سے پہلے اختلاف کو ناپسند کیا۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ کے تحت روایت کیا ہے کہ تم نے میرے قول کا انتظار نہ کیا اور جو میں کرنے اور کہنے والا تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں: اس کا مطلب ہے کہ تو نے میرے قول کی حفاظت نہ کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سامری اس کا نام نہیں تھا، اس کے شہر کا نام معا برہ تھا۔ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا یعنی میں نے جبرئیل کا گھوڑا دیکھا جسے لوگوں نے نہیں دیکھا۔

عبد بن حمید نے عاصم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا کو یاء کے ساتھ اور صاد کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سامری نے جبرئیل کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹی لی تھی۔ پھر اسے بنی اسرائیل کے زیورات پر ڈالا تو وہ بچھڑا بن گیا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سامری نے جبرئیل کے گھوڑے کے نشان قدم سے مٹی اٹھائی اور اسے کپڑے میں باندھ لیا۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فَقَبَصْتُ کو صاد کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اس کا معنی انگلیوں کے اطراف کے ساتھ کسی چیز کو اٹھانا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاشہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الحسن فَقَبَصْتُ قَبْصَةً یعنی صاد کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ابورجاء بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: اس کا معنی بھی پوری مٹھی کے ساتھ بھرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قَبْضَةً کا مطلب مٹھی بھر ہے اور قَبْصَةً کا مطلب انگلیوں کی اطراف سے کسی چیز کو لینا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فَقَبَضْتُ یعنی ضاد کے ساتھ پڑھتے تھے۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے سامری کو موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ بددعا دی تھی کہ تو کہتا رہے کہ مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے یہ بطور سزا تھا(1)۔ لَّنْ تُخْلَفَهٗ یعنی تیرے لیے ایک وعدہ ہے تو اس سے غائب نہیں ہوگا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا یعنی جس پر تو جم کر بیٹھا رہا۔ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ہم اسے آگ سے جلائیں گے۔ پھر لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ہم اسے دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ لَنُحَرِّقَنَّهٗ کو تخفیف کے ساتھ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 376 (1829)

پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ سونے اور چاندی کو آگ کے ساتھ جلایا نہیں جاسکتا۔ پہلے انہیں ریتی کے ساتھ رگڑا جاتا ہے پھر انہیں آگ پر پھینکا جاتا ہے۔ پس وہ راکھ بن جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ بعض قرأتوں میں لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں اس بچھڑے کا گوشت اور خون بھی تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابونہیک الازدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ لَنُحْرِقَنَّهٗ کو نون کے نصب راء کے کسرہ اور تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الْيَمِّ سے مراد دریا ہے۔
امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: الْيَمِّ سے مراد النهر ہے۔

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾ كَذٰلِكَ
نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾
مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَ
سَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ
الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا
يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا
قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ
الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا
هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ
قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾

"تمہارا معبود تو صرف اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، گھیر رکھا ہے اس نے ہر چیز کو (اپنے) علم سے۔ یوں ہم بیان کرتے ہیں آپ سے خبریں ان لوگوں کی جو پہلے گزر چکے۔ اور ہم نے مرحمت فرمایا ہے آپ کو اپنی جناب سے ایک پند نامہ۔ جو شخص روگردانی کرے گا اس سے وہ اٹھائے گا قیامت کے دن ایک بوجھ۔ یہ لوگ

ہمیشہ اس بوجھ تلے دبے رہیں گے اور بہت تکلیف دہ ہوگا ان کے لیے روز قیامت یہ بوجھ۔ جس روز پھونکا جائے گا صور میں اور ہم جمع کریں گے مجرموں کو اس دن اس حال میں کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔ چپکے چپکے آپس میں کہیں گے کہ نہیں رہے تم دنیا میں مگر صرف دس دن۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب کہ ان میں سے سب سے زیادہ زیرک کہے گا کہ نہیں ٹھہرے ہو تم مگر صرف ایک دن۔ اور وہ آپ سے پہاڑوں کے انجام کے بارے پوچھتے ہیں آپ فرمایئے میرا رب انہیں جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دے گا۔ پس بنا چھوڑے گا اس پہاڑی علاقہ کو کھلا ہموار میدان۔ نہ نظر آئے گا تجھے اس میں کوئی موڑ اور نہ کوئی ٹیلہ۔ اس روز سب لوگ پیروی کریں گے پکارنے والے کی، کوئی روگردانی نہیں کر سکے گا اس سے اور خاموش ہو جائیں گی سب آوازیں رحمٰن کے خوف سے پس تو نہ سنے گا (اس روز) مگر مدہم سی آہٹ۔ اس دن نہیں نفع دے گی کوئی سفارش سوائے اس شخص کی شفاعت کے جسے رحمٰن نے اجازت دی اور پسند فرمایا ہو اس کے قول کو۔ وہ جانتا ہے لوگوں کے آنے والے حالات کو اور ان کے گزرے ہوئے واقعات کو اور لوگ نہیں احاطہ کر سکتے اس کا اپنے علم سے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا کے تحت روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا بھرپور علم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوزید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذِكْرًا سے مراد قرآن ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وِزْرًا سے مراد گناہ ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا برا ہے وہ جو انہوں نے اٹھایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے یہ اعمال بہت برے ہیں اور ان کا ان سے اتصال ان کے لیے برا ہے۔ یہ ان سے جدا ہونے چاہئیں اگر تو ان کو ملے گا تو سمجھ جائے گا ان اعمال کے بوجھ ہونے میں کوئی خفا نہیں وہ ان کے لیے انتہائی تکلیف دہ بوجھ ہوں گے۔ برائی اٹھانا ان کے لیے برا ہوگا اور ایسے اعمال والے کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، ان کے لیے یقیناً یہ تکلیف دہ ہے اور اس کے بعد ہی ان کے لیے تکلیف ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا مجھے وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا کا مطلب بتائیں۔ تو ابن عباس نے فرمایا: قیامت کے روز مختلف حالات ہوں گے، ایک حال میں مجرموں کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور ایک حال میں آندھی ہوں گی۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ کا معنی يَتَسَارُّوْنَ (راز کی باتیں کرنا) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً کے تحت روایت کیا ہے: یعنی جو ان میں سے زیادہ زیرک ہوگا وہ کہے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً کا مطلب یہ ہے کہ کفار میں سے جو قول و عمل کے اعتبار سے زیادہ عادل اور معتدل ہوگا وہ کہے گا کہ تم دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر ایک دن۔ اس کی وجہ یہ

ہے کہ وہ اپنے خیال میں دنیا کو تھوڑا عرصہ تصور کریں گے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قریش نے کہا اے محمد! (ﷺ) قیامت کے روز تمہارا رب ان پہاڑوں کے ساتھ کیا کرے گا؟ پس یہ آیت نازل ہوئی وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ (الآیہ)۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قَاعًا کا مطلب ہموار اور صَفْصَفًا ایسی جگہ جہاں نباتات نہ ہوں، عِوَجًا کا معنی وادی، اَمْتًا کا معنی ٹیلہ ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مجھے فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا کے متعلق بتائیں تو ابن عباس نے فرمایا القاع، چکنی جگہ، الصفصف، ہموار جگہ کو کہتے ہیں۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا کیا تو نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

مَلْمُوْمَةٌ شَهْبَاءُ لَوْ قَذَفُوْا بِهَا شَمَارِيْخَ مِنْ رَضْوٰى إِذًا عَادَ صَفْصَفَا

''جمع شدہ ہتھیاروں والا لشکر، اگر وہ رضوی پہاڑ سے ٹہنیاں پھینکیں تو ہموار جگہ پر لوٹتی ہیں''۔

امام ابن المنذر، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس فرماتے تھے اور اس سے مراد ایسی زمین ہے جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہو۔

عبد بن حمید نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ قَاعًا صَفْصَفًا سے مراد ہموار زمین ہے۔ عِوَجًا پستی، اَمْتًا بلندی کو کہتے ہیں۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: القاعَ سے مراد زمین ہے اور صَفْصَفًا سے مراد ہموار ہے (1) عِوَجًا کا مطلب دراڑ ہے اور اَمْتًا کا معنی ٹیلہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عِوَجًا کا مطلب مَیْلًا (جھکاؤ) ہے اور الْاَمْتُ، ایسے اثر کو کہتے ہیں جو تسمے کی طرح ہو۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ العوج کا معنی بلندی ہے اور الامت کا مطلب وسیع اور کھلا ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الامت کا مطلب گڑھا ہے۔

ابن الانباری نے الوقف میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نافع نے ان سے پوچھا کہ مجھے لَا تَرٰى فِیْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا کا مطلب بتائیں؟ تو ابن عباس نے فرمایا: الامت سے مراد زمین کی ابھری ہوئی جگہ ہے۔ کعب بن زہیر نے کہا:

فَاَبْصَرْتُ لَمْحَةً مِّنْ رَّاْسِ عِكْرَشَةٍ فِیْ كَافِرٍ مَابِهٖ اَمْتٌ وَّلَا شَرَفٌ

''خرگوش کی مادہ کے سر سے میں نے کافر کو دیکھا تو اس میں کوئی ابھری ہوئی جگہ نہ تھی''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز اللہ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 379 (1841)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ لوگوں کو ایک ایسی تاریکی میں اٹھائے گا جو آسمان کو لپیٹے ہوئے ہوگی، ستارے بکھیر دے گی اور چاند اور سورج کی روشنی ختم کر دے گی، پھر ایک ندا دینے والا ندا دے گا، پس تمام لوگ اس کی آواز سنیں گے اور اس کے پاس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد یَوْمَىِٕذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ کا یہی مطلب ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: یَوْمَىِٕذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ یعنی تمام اس پکارنے والے کی اتباع کریں گے، کوئی اس سے روگردانی نہیں کر سکے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وہ اس سے انحراف نہیں کر سکیں گے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ هَمْسًا سے مراد ہلکی سی آواز ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم، حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ هَمْسًا سے مراد قدموں کے چلنے کی آواز ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے بھی یہی مفہوم روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حصین بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں شعبی کے پاس بیٹھا ہوا تھا ہمارے قریب سے اونٹ گزرے جن کے اوپر جص (گچ چونا) لادا ہوا تھا، میں نے ان کو چلایا تو میں نے ان اونٹوں کے چلنے کی آواز سنی، فرمایا اس کو الهمس کہتے ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ هَمْسًا انتہائی پست آواز کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی زبان اور اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہے اور آواز سنائی نہیں دیتی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ هَمْسًا خفیف بات اور قدموں کی آواز کو کہتے ہیں۔

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا وَّصَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

''اور (فرطِ نیاز سے) جھک جائیں گے سب (لوگوں کے) چہرے حی و قیوم کے سامنے اور نامراد ہوا جس نے لادا اپنے (سر) پر ظلم (کا بارگراں)۔ اور جو شخص کرتا ہے نیک اعمال اور وہ ایمان دار بھی ہو تو اسے اندیشہ نہ ہوگا کسی ظلم کا یا حق تلفی کا۔ اور اسی طرح ہم نے اتارا اس کتاب کو قرآن عربی زبان میں اور طرح طرح سے بیان

کیں اس میں گناہوں کی سزائیں تا کہ وہ پرہیز گار بن جائیں یا پیدا کر دے یہ قرآن ان کے دلوں میں یہ سمجھ۔
پس اعلیٰ وارفع ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے اور نہ عجلت کیجئے قرآن کے پڑھنے میں اس سے پہلے کہ پوری ہو جائے
آپ کی طرف اس کی وحی اور دعا مانگا کیجئے میرے رب! اور زیادہ کر میرے علم کو''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے عَنَتِ کا مطلب ذلت (جھک جانا) روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عَنَتِ کا معنی خَشَعَتُ ہے۔ ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ عَنَتِ کا معنی قیدی ہونا ہے، پس تمام لوگ قیدی ہوں گے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے عَنَتِ کا معنی خَضَعَتُ روایت کیا ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق نے ان سے پوچھا کہ مجھے عَنَتِ الْوُجُوْهُ کے متعلق بتایئے تو ابن عباس نے فرمایا: قیامت کے روز حی وقیوم کے سامنے تمام چہرے خم ہوں گے اور جھکے ہوئے ہوں گے۔ نافع نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ ابن عباس نے فرمایا: ہاں تو نے شاعر کا قول نہیں سنا:

لِيَبْكِ عَلَيْكَ كُلُّ عَانٍ بِكَرْبِهٖ وَآلُ قُصَيٍّ مِنْ مُقِلٍّ وَذِيْ وَفْرٍ

''تیری بارگاہ میں اپنی تکلیف کی وجہ سے ہر ایک جھکنے والا روئے آل قصی میں ہر نادار اور ہر مال دار''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ عَنَتِ الْوُجُوْهُ کا مطلب رکوع وسجود کرنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے طلق بن حبیب سے عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب تیرا سجدے میں اپنی پیشانی، اپنی ہتھیلیاں گھٹنے اور اپنے قدموں کی اطراف کو رکھنا ہے۔(2)

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ظُلْمًا سے مراد شرک ہے۔ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا یعنی اسے نہ تو برائیوں میں زیادتی ہونے اور نہ نیکیوں میں کمی ہونے کا اندیشہ ہوگا۔(3)

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ظُلْمًا کا مطلب شرک ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: یعنی اسے ظلم کا اندیشہ نہ ہوگا کہ اس کی برائیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا یا اس کی نیکیوں کو گھٹا دیا جائے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے گناہوں میں اضافہ کر کے اس پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔ وَّلَا هَضْمًا اور نہ اس کی نیکیوں میں کمی کر کے اس پر ظلم کیا جائے گا۔

امام الفریابی، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے هَضْمًا کا مطلب غَصْبًا (غصب کرنا) روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 377 (1831)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 234 (2679)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 377، (33-1832)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یُحۡدِثُ لَهُمۡ ذِكۡرًا میں یُحۡدِثُ کا فاعل قرآن ہے اور ذِكۡرًا سے مراد تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ پر جبرئیل قرآن لے کر آئے تو نبی کریم ﷺ قرآن کو یاد کرنے کے لیے مشقت اٹھاتے۔ آپ ﷺ کو اندیشہ ہوتا کہ کہیں جبرئیل چلے نہ جائیں اور ابھی تک آپ نے وہ آیات یاد نہ کی ہوں اور پھر جو جبرئیل نے سکھایا ہوا سے بھول نہ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ الخ اور فرمایا لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ (القیامۃ) ''(اے حبیب!) آپ حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ جلدی جلدی یاد کرلیں''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لَا تَعۡجَلۡ الخ یعنی آپ جلدی نہ کریں حتی کہ ہم خود ہی اسے آپ کے سینہ اقدس میں اسے محفوظ کردیں گے اور اس کے معانی و معارف کو بیان کردیں گے۔

امام الفریابی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طمانچہ مارا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس قصاص طلب کرنے کے لیے آئی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے درمیان قصاص کا فیصلہ کردیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ الخ، نبی کریم ﷺ فیصلہ نافذ کرنے سے رک گئے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَى النِّسَآءِ (النساء:34)

سعید بن منصور اور عبد بن حمید نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰۤى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَ لَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ کے تحت روایت کیا ہے: آپ کسی کو قرآن نہ لکھوائیں حتی کہ ہم خود آپ کے لیے اس کو مکمل کردیں گے۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس قرآن کا بیان تجھے پہنچ جائے۔(2)

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ انۡفَعۡنِيۡ بِمَا عَلَّمۡتَنِيۡ وَعَلِّمۡنِيۡ مَا يَنۡفَعُنِيۡ وَزِدۡنِيۡ عِلۡمًا وَّالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ''اے اللہ جو تو نے مجھے سکھایا اس سے مجھے نفع عطا فرما اور مجھے وہ علم عطا فرما جو مجھے نفع بخشے اور میرے علم میں اضافہ فرما اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہر حال پر''(3)

امام سعید بن منصور اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ زِدۡنِيۡ اِيۡمَانًا وَّفِقۡهًا وَّ يَقِيۡنًا وَّ عِلۡمًا۔

وَ لَقَدۡ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِيَ وَ لَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا ﴿۱۱۵﴾

''اور ہم نے حکم دیا تھا آدم کو اس سے پہلے (کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائے) سو وہ بھول گیا اور نہ پایا ہم

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 377 (1834) 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 378 (1836)

3۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 1، صفحہ 151 (251)، دارالکتب العلمیہ بیروت

نے (اس لغزش میں) اس کا کوئی قصد"۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی (صغیر میں)، ابن مندہ (توحید میں) اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: انسان کو انسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا فَنَسِيَ پھر بھول گیا۔(1)

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن المنذر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر تمام انسانوں کی عقل، جو تخلیق آدم سے لے کر قیامت تک آئیں گے، ایک پلڑے میں رکھی جائے اور آدم علیہ السلام کی عقل دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو آپ کی عقل ان سب سے بھاری ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا یعنی ہم نے اس عہد کو یاد کر کے دانہ کھاتے ہوئے نہیں پایا۔(2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت آدم کی عقل تمام اولاد آدم کی عقول کی مثل (برابر) تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔

امام عبد الغنی بن سعید رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو درخت کے قریب نہ جانے کا حکم دیا۔

امام ابن جریر اور ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عَزْمًا کا مطلب حفظاً ہے۔(3)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فَنَسِيَ کا معنی فترك ہے یعنی ترک کر دیا وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا یعنی ہم نے اس میں اس کا عزم نہیں پایا۔(4)

امام الزبیر بن بکار رحمہ اللہ نے الموفقیات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (المائدہ:101) کے متعلق پوچھا تو حضرت عمر نے فرمایا: مہاجرین میں سے کچھ لوگوں کے انساب کے متعلق اعتراض تھا۔ ایک دن انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نسب کے متعلق قرآن نازل فرمائے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟! الخ نازل فرمائی۔ پھر حضرت عمر نے مجھے فرمایا: تمہارا یہ ساتھی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ والی بنایا گیا تو اس نے دنیا سے عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے نفس کا غرور اس سارے کمال کو ختم کر دے گا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے ساتھی جوان کے متعلق میں جانتا ہوں اللہ کی قسم! ہم نہیں کہتے کہ انہوں نے کوئی تبدیلی کی یا عدل نہیں کیا اور نہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی ناراض کیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا جو حضرت علی نے پیغام بھیجا تھا۔ اس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معصیت کے بارے فرمائے وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا اور ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ساتھی (حضرت علی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 257، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 258 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔ رہے وہ خیالات جن کو دور کرنے پر انسان قدرت نہیں رکھتا بعض اوقات اللہ کے دین کے فقیہ اور امر الٰہی کے عالم کے دل میں خیالات آجاتے ہیں لیکن جب اسے آگاہی ہوتی ہے تو وہ توبہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے۔ حضرت عمر نے کہا اے ابن عباس! جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ تمہارے علوم و معارف کے سمندر میں اترے اور اس میں غواصی کرے حتی کہ اس کی گہرائی میں پہنچ جائے وہ بالآخر اپنے آپ کو عاجز پائے گا۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! انسان کبھی ایک بات کو یاد کرتا ہے، کبھی بھول جاتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا دل کے اوپر اس طرح اندھیرا ہوتا ہے جیسے چاند کے اندر تاریکی ہوتی ہے۔ جب وہ تاریکی انسان کے دل پر چھا جاتی ہے تو انسان اپنی یادداشتیں بھول جاتا ہے اور جب وہ تاریکی چھٹ جاتی ہے تو انسان کو بھولی ہوئی چیز یاد آجاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ اور نہ بائیں ہاتھ سے پیو۔ کیونکہ آدم علیہ السلام نے بائیں ہاتھ سے کھایا تو وہ بھول گئے۔ پس یہ بھولنا ان کی اولاد کو میراث میں ملا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے **وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا** کے تحت روایت کیا ہے کہ جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا وہ انہیں یاد نہ رہا۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **عَزْمًا** کا مطلب صبر ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کی عقل کا تمام لوگوں کی عقل سے وزن کیا جائے تو آدم علیہ السلام کی عقل بھاری ہو جائے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبید بن عمیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آدم علیہ السلام اولوالعزم میں سے نہ تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے **فَنَسِیَ** کے تحت روایت فرمایا ہے کہ جو آدم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا وہ انہوں نے ترک کر دیا۔ اگر یہ آپ کی طرف سے نسیان ہوتا تو آپ پر اس کا کچھ مواخذہ نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے نسیان اور خطا کو اٹھالیا ہے۔ لیکن آدم علیہ السلام نے درخت کا پھل کھا کر پہلے حکم کو ترک کر دیا تھا۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى ﴿۱۲۲﴾

"اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب نے سجدہ کیا (سوائے ابلیس کے) اس نے (حکم بجا لانے سے) انکار کر دیا۔ اور ہم نے فرمایا اے آدم! بے شک یہ تیرا بھی دشمن ہے اور تیری زوجہ کا بھی سو (ایسا نہ ہو) کہ وہ نکال دے تمہیں جنت سے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ بے شک تمہارے لیے یہ ہے کہ تمہیں نہ بھوک لگے گی یہاں اور نہ تم ننگے ہوگے۔ اور نہ تمہیں پیاس لگے گی یہاں اور نہ دھوپ ستائے گی۔ پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ اس نے کہا اے آدم! کیا میں آگاہ کروں تمہیں ہمیشگی کے درخت پر اور ایسی بادشاہی پر جو کبھی زائل نہ ہو۔ سو (اس کے پھسلانے سے) دونوں نے کھالیا اس درخت سے تو (فوراً) برہنہ ہوگئیں ان پر ان کی شرم گاہیں اور وہ چپکانے لگ گئے اپنے (جسم) پر جنت (کے درختوں) کے پتے اور حکم عدولی ہوگئی آدم سے اپنے رب کی سو وہ بامراد نہ ہوا۔ پھر (اپنے قرب کے لیے) چن لیا انہیں اپنے رب نے اور (عفو و رحمت سے) توجہ فرمائی ان پر اور ہدایت بخشی"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى** اس آیت میں شقاء سے مراد دنیا کی شقا ہے، پس آدم علیہ السلام کو دنیا کی مشقت و تکلیف اٹھانا پڑی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فتشقیان نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے بیوی آپ کے حکم میں داخل تھی (خاوند بے چین اور مشکل میں ہو تو بیوی کا مشقت اور تکلیف میں ہونا قدرتی امر ہے) پس یہاں مراد آپ اور آپ کی بیوی اور آپ کی تمام اولاد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خطاب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے لیکن معنی کے اعتبار سے تمام امت مراد ہے۔ فرمایا ہے **يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ** الخ (الطلاق:1) **يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ** (التحریم:2) ان خطابات میں تمام امت داخل ہے اگرچہ یہاں کلام صرف نبی سے جاری ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو نعیم نے الحلیہ میں، ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو ایک چتکبرا بیل آپ کے پاس آیا تھا۔ حکم ہوا اس پر کام کرو، آپ اس سے ہل چلاتے تھے اور پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے اور فرماتے تھے یہ ہے وہ جس کا میرے ساتھ میرے رب نے وعدہ کیا تھا۔ **فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى** پھر حضرت حوا کو ندا دی اے حوا تو نے اس میں عمل کیا؟ کوئی بھی انسان جو بیل پر کام کرتا ہے وہ کہتا ہے حوا ان پر آدم علیہ السلام کی طرف سے داخل ہوئی۔ (2)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 198 (35311)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 7، صفحہ 412، دار الفکر بیروت

امام ابن جریر، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى یعنی آپ کو نہ پیاس لگے گی اور نہ آپ کو گرمی لگے گی۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: لَا تَظْمَؤُا یعنی تم پیاسے نہ ہو گے، وَ لَا تَضْحٰى اور نہ تمہیں گرمی لگے گی۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى کے متعلق پوچھا تو ابن عباس نے فرمایا: گرمی کی شدت کی وجہ سے تمہیں پسینہ نہیں آئے گا۔ نافع نے پوچھا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ تو نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا:

رَاَتْ رَجُلًا اَمَّا اِذَا الشَّمْسُ عَارَضَتْ فَيَضْحٰى وَاَمَّا بِالْعَشِيِّ فَيَخْصُرُ

"اس نے ایک شخص دیکھا، جب اسے سورج کی دھوپ لگتی ہے تو اسے پسینہ آ جاتا ہے لیکن ظہر کے بعد وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے"۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وَ لَا تَضْحٰى کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں سورج کی گرمی نہیں لگے گی۔ (2)

امام احمد، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک شاہسوار سو سال سفر کرتا رہے گا لیکن وہ اس کو طے نہیں کر سکے گا۔ یہ شَجَرَةِ الْخُلْدِ ہے۔ (3)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور آپ کی بیوی کو جنت میں ٹھہرایا اور انہیں درخت سے منع فرمایا تو آدم علیہ السلام نے اس درخت کی ٹہنیاں آپس میں ملی ہوئی دیکھیں، اس کا پھل فرشتے کھاتے تھے تاکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں۔ یہ وہ درخت تھا جس کے پھل کے استعمال سے اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی زوجہ کو منع فرمایا تھا۔ جب ابلیس نے آدم و حوا کو نیچے اتارنے کا ارادہ کیا تو وہ سانپ کے منہ میں داخل ہوا۔ سانپ کی چار ٹانگیں تھیں، گویا بختی اونٹ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے خوب صورت جانور بنایا تھا، جب سانپ جنت میں داخل ہوا اور اس کے منہ سے ابلیس نکلا تو وہ اس درخت سے پھل توڑ کر حضرت حواء کے پاس لایا اور کہا (ذرا) اس درخت کی طرف دیکھ کتنی عمدہ خوشبو ہے، کتنا اچھا ذائقہ ہے اور کتنا دلکش رنگ ہے۔ حضرت حواء نے وہ پھل لے لیا اور تناول فرما لیا۔ پھر وہی پھل آدم علیہ السلام کے پاس لے گئی اور کہا ذرا اس درخت (کے پھل) کو دیکھ، اس کی مہک کتنی پاکیزہ ہے، اس کا ذائقہ کتنا شیریں ہے اور اس کا رنگ کتنا دلربا ہے، آدم علیہ السلام نے بھی وہ کھا لیا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا تو فوراً ان کی شرم گاہیں برہنہ ہو گئیں، حضرت آدم علیہ السلام ایک درخت کے اندر داخل ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے آواز دی آدم تو کہاں ہے؟ آدم نے عرض کی یارب! میں یہاں ہوں، فرمایا کیا تو باہر نہیں نکلے گا؟ آدم علیہ السلام نے کہا یارب! مجھے تجھ سے شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا زمین پر اتر جا۔ پھر فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 260 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 379 (1842)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 257، دار صادر بیروت

اے حواء! تو نے میرے بندے کو دھوکا دیا ہے۔ پس تو جب بھی حاملہ ہوگی تو تکلیف سے حاملہ ہوگی اور جب تو وضع حمل سے گزرے گی تو کئی مرتبہ موت کے قریب پہنچے گی۔ اور سانپ کو فرمایا تو وہ ہے جس کے پیٹ میں ملعون داخل ہوا۔ اس نے میرے بندے کو دھوکا دیا تو ملعون ہے، تیرے پاؤں تیرے پیٹ میں ہو جائیں اور تیرا رزق صرف مٹی ہو۔ تو بنوآدم کا دشمن ہو اور بنوآدم تیرے دشمن ہوں۔ تو ان میں سے کسی کو پائے تو اس کی ایڑی کو ڈس لے اور جہاں وہ تجھے پائیں تیرا سر کچل دیں۔ حضرت وہب سے پوچھا گیا کیا ملائکہ اس درخت کا پھل کھاتے ہیں؟ وہب نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔(1)

امام حکیم ترمذی نے علقمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تمام سانپوں کو قتل کرو سوائے جان سانپ کے جو سر مچو کی طرح ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کا جن ہے وہ تم میں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائے گا جو اسے قتل کرے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان ہو۔(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو عبداللہ المغربی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کے متعلق غور وفکر کیا اور کہا یا رب! تو نے آدم کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے اپنی روح اس میں پھونکی، تو نے اس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرایا پھر ایک لغزش کی وجہ سے لوگوں کے منہ بھر دیئے کہ وہ کہہ رہے ہیں وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور کہا کیا تجھے معلوم نہیں حبیب کی مخالفت، حبیب کے لیے سخت ہوتی ہے۔(3)

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾

”حکم ملا دونوں اتر جاؤ یہاں سے اکٹھے، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے پس اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی تو نہ وہ بھٹکے گا اور نہ بدنصیب ہوگا۔ اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کے لیے زندگی (کا جامہ) تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے اٹھائیں گے قیامت کے دن اندھا کر کے۔ وہ کہے گا اے میرے رب! کیوں اٹھایا ہے تو نے مجھے نابینا کر کے میں تو (پہلے بالکل) بینا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسی طرح آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تو نے انہیں بھلا دیا۔ اسی طرح آج تجھے فراموش کر دیا جائے گا“۔

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 50، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، صفحہ 51 3۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 383 (482)، بیروت

امام طبرانی اور الخطیب نے (المتفق والمفترق میں) ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم نے فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ پڑھا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابونعیم نے الحلیہ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کی اتباع کی اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں گمراہی سے ہدایت دے گا اور قیامت کے روز برے حساب سے بچائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ الخ کا یہی مطلب ہے۔(2)

امام الفریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، محمد بن نصر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں کئی طرق کے ذریعے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی اتباع کرنے والے کو دنیا میں گمراہ ہونے یا آخرت میں بدبخت ہونے سے بچالے گا۔ پھر یہ آیت کریمہ پڑھی: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ الخ قرآن کی اتباع کرنے والا نہ تو دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بدبخت ہوگا۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، مسدد (اپنی سند میں)، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب القبر میں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مَعِيْشَةً ضَنْكًا کے تحت مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد عذاب قبر ہے(3)، عبدالرزاق کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اس پر قبر تنگ ہو جائے گی حتی کہ اس کی پسلیاں دائیں طرف والی بائیں طرف اور بائیں طرف والی دائیں طرف ہو جائیں گی۔ ابن ابی حاتم کے الفاظ میں ہے کہ قبر کے دبانے کی وجہ سے اس کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جائیں گی۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مَعِيْشَةً ضَنْكًا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ننانوے سانپ مسلط کرے گا جو اسے قبر میں نوچیں گے۔

امام البزار اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مَعِيْشَةً ضَنْكًا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ننانوے سانپ مسلط کرے گا جو قیامت تک اس کا گوشت نوچتے رہیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، البزار، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَعِيْشَةً ضَنْكًا سے مراد عذاب قبر ہے۔(5)

امام ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں اور حکیم ترمذی، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن اپنی قبر میں سبز باغیچہ میں ہوتا ہے، اس کے لیے اس کی قبر کو ستر ہاتھ کشادہ کر دیا جاتا ہے اور وہ روشن کر دی جاتی ہے حتی کہ وہ چودھویں کے چاند کی

1۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 165 (11169)، دارالفکر بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 48 (12437)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 264

4۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 380، دارالکتب العلمیہ بیروت

5۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 537 (1405)، دارالکتب العلمیہ بیروت

طرح ہو جاتی ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ **فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا** کس کے متعلق نازل ہوئی؟ صحابہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا کافر کے عذاب کے متعلق جو اسے قبر میں ملتا ہے اس پر ننانوے تنین مسلط کیے جاتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو تنین کیا ہے؟ ننانوے سانپ، ہر سانپ کے سات سر ہیں جو اس کے جسم کو کاٹتے، ڈستے اور پھونکتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ لوگوں کے دوبارہ اٹھنے تک جاری رہے گا۔(1)

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب قبر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب میں تمہیں کوئی حدیث بیان کروں گا تو میں تمہیں اس کی تصدیق کتاب اللہ سے بیان کروں گا۔ مومن کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس میں وہ بیٹھا دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے من ربك (تیرا رب کون ہے؟) ما دینك (تیرا دین کیا ہے؟) و من نبیك (تیرا نبی کون ہے؟) پس اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی عطا فرمائے گا تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد (ﷺ) ہے۔ پھر اس کے لیے اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے اس میں آرام و راحت عطا کی جاتی ہے۔ پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت پڑھی **يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ** (ابراہیم: 27) جب کافر مرتا ہے تو اسے قبر میں بٹھایا جاتا ہے، اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا، پس اس پر اس کی قبر تنگ کی جاتی ہے اور اس میں اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی **وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا**۔(2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے **مَعِيْشَةً ضَنْكًا** کا معنی شقاء (مشقت) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنی دوزخ میں کافر پر شدت روایت کیا ہے۔

امام الطستی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع نے ان سے **مَعِيْشَةً ضَنْكًا** کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا: الضنك کا مطلب ہر طرف سے شدت ہے۔ اس نے کہا کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا:

وَالْخَيْلُ قَدْ لَحِقَتْ بِنَافِيْ مَارِقٍ　　ضَنْكٍ نَوَاحِبِهٖ شَدِيْدِ الْمَقْدَمِ

''اس شعر میں ضنك شدت اور تنگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے''۔

ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر، طبرانی اور بیہقی نے ابن مسعود سے **مَعِيْشَةً ضَنْكًا** کا مطلب عذاب قبر روایت کیا ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو صالح اور ربیع رحمہما اللہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **مَعِيْشَةً ضَنْكًا** سے مراد جہنم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ **مَعِيْشَةً ضَنْكًا** سے مراد ہر وہ مال ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 265، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 233 (9145)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 233 (9143)

جو میں اپنے غلاموں میں سے کسی غلام کو عطا کروں خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ پھر وہ اس کے بارے میں میری اجازت ...
اس میں کوئی خیر نہیں ہے اور یہی معیشت میں ضنك ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے ضنك کا مطلب تنگی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الضنك معشت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر حرام معیشت کو کشادہ کردے پھر اس پر اللہ جہنم کی آگ میں اس کی وجہ سے تنگی فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **مَعِیْشَةً ضَنْكًا** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رزق حرام میں پھیر دے وہ مرتے دم تک حرام ہی کھاتا رہتا ہے۔ پس اس مال کو اس کے لیے باعث عذاب بنا دیتا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے الضحاک سے روایت کیا ہے: **مَعِیْشَةً ضَنْكًا** سے مراد برا عمل اور حرام رزق ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد دوزخ کے کانٹے، زقوم، پیپ اور خاردار جھاڑی ہے۔ قبر اور دنیا میں کوئی معیشت نہیں ہے، معیشت اور حیات تو فقط آخرت میں ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اس سے مراد اس پر قبر کا تنگ ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ **مَعِیْشَةً ضَنْكًا** سے مراد رزق میں تنگی ہے۔ **وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى** یعنی ہم اسے قیامت کے روز حجت سے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ عرض کرے گا یارب! مجھے کیوں تو نے اندھا کر کے اٹھایا، میں دنیا میں تو بینا تھا۔ **وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى** یعنی اسے دوزخ میں چھوڑ دیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم نے ابوصالح سے **وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى** کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔

امام ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اسے کچھ بھی نظر نہ آئے گا سوائے جہنم کے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ صرف آگ دیکھے گا۔

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے **لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى** کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کے پاس حجت نہ ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا** تو نے ہماری آیات پر عمل ترک کر دیا تھا **وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى** اسی طرح آج تو آگ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ یُؤْمِنْۢ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا

يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۗ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

''یونہی ہم بدلہ دیں گے ہر اس شخص کو جس نے حد سے تجاوز کیا اور ایمان نہ لایا اپنے رب کی آیتوں پر اور (سن لو) آخرت کا عذاب بڑا سخت اور بہت دیرپا ہے۔ کیا (یہ بات) انہیں راہ راست نہ دکھا سکی کہ کتنی قومیں تھیں جن کو ہم نے (بداعمالیوں کے باعث) ان سے پہلے برباد کر دیا، چلتے پھرتے ہیں یہ لوگ جن کے (اجڑے ہوئے) مکانوں میں، اس میں (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں دانش مندوں کے لیے۔ اور اگر ان کے انجام کے متعلق آپ کے رب کا فیصلہ پہلے نہ ہو چکا ہوتا اور ان کے لیے ایک وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا تو ابھی ان پر عذاب نازل ہو جاتا۔ پس (اے حبیب!) صبر فرمایئے ان کی (دل دکھانیوالی) باتوں پر اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے لمحوں میں اس کی پاکی بیان کرو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ آپ خوش رہیں۔ اور آپ مشتاق نگاہوں سے نہ دیکھئے ان چیزوں کی طرف جن سے ہم نے لطف اندوز کیا ہے کافروں کے چند گروہوں کو یہ محض زیب و زینت ہیں دنیوی زندگی کی (اور انہیں اس لیے دی ہیں) تاکہ ہم آزمائیں انہیں ان سے اور آپ کے رب کی عطا بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان سے مَنْ اَسْرَفَ کا مطلب من اشرك (جس نے شرک کیا) روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کا مطلب اَفَلَمْ نُبَيِّنْ لَهُمْ (کیا ہم نے ان کے لیے واضح نہیں کر دیا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ کا مطلب اَفَلَمْ نُبَيِّنْ لَهُمْ روایت کیا ہے اور الْقُرُوْنِ سے مراد قوم عاد، ثمود اور دوسری ہلاک شدہ قومیں ہیں وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى۔ اس کلام کی تقدیر اس طرح ہے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے رب کی طرف سے ان کے انجام کے متعلق فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا۔ لیکن ہم نے انہیں جنگ بدر کے دن تک مہلت دی ہے۔ فرماتے ہیں اس کلام میں تقدیم و تاخیر ہے، تقدیر کلام یہ ہے وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا۔

امام ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی تقدیر نقل فرمائی ہے: اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد دنیا کی متعین مدت ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے لِزَامًا کا مطلب مَوْتًا بیان فرمایا ہے۔ (1)

امام عبد الرزاق، الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس سے سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اس سے مراد فرض نمازوں کے اوقات ہیں۔ (2)

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے مراد فجر کی نماز ہے اور قَبْلَ غُرُوْبِهَا سے نماز عصر مراد ہے اور مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ سے مراد مغرب وعشاء کی نمازیں ہیں اور اَطْرَافَ النَّهَارِ سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ (3)

امام طبرانی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ سے مراد صبح کی نماز اور قَبْلَ غُرُوْبِهَا سے مراد عصر کی نماز ہے۔ (4)

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے: سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ..... الخ کا حکم نماز کے فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو اور اس کی رؤیت سے تمہاری آنکھیں خیرہ نہ ہوں گی۔ اگر تمہیں طاقت ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے والی نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو ایسا ضرور کرو (یعنی ان اوقات کی نمازیں ادا کرو)۔ پھر سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا کی آیت تلاوت فرمائی۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عمارہ بن رومیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی وہ آگ میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ (6)

امام الحاکم نے حضرت فضالہ بن وہب اللیثی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: عصرین پر دوام اختیار کرو۔ میں نے پوچھا عصرین سے کیا مراد ہے؟ فرمایا طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے کی نمازیں۔ (7)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس سے مراد صبح کی نماز کے بعد اور سورج کے غروب ہونے کے وقت کی نمازیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے لَعَلَّكَ تَرْضٰى کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ ثواب جو اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 270 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 381 (1848)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 380 (1847) 4۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 308 (2283)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

5۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 365، دار صادر بیروت 6۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 6-5، صفحہ 114 (213)، دار الکتب العلمیہ بیروت

7۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 69 (51)، دار الکتب العلمیہ بیروت

52B

اس پر آپ کو زائد عطا فرمائے گا آپ اس سے خوش ہو جائیں۔

امام عبد بن حمید نے حضرت ابو عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ترضیٰ کو تاء کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن راہویہ، البزار، ابویعلی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، الخرائطی (مکارم الاخلاق میں)، ابونعیم رحمہم اللہ (المعرفۃ میں) اور حضرت ابو رافع رحمہ اللہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو اس کے لیے مناسب ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ وہ ہمیں آٹا بیچ دے۔ چاند نظر آنے تک ادھار دے دے، اس نے کہا بغیر رہن رکھے میں نہ دوں گا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہودی کا بیان سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! میں آسمان اور زمین میں امین ہوں، وہ مجھے بیچ دے یا ادھار دے دے۔ میں اسے ضرور واپس کروں گا فرمایا یہ لوہے کی زرہ اس کے پاس لے جاؤ۔ میں ابھی لے کر گیا نہ تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ الخ۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ اور خوف ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کی زیب و زینت کے دروازے کھول دے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زیب و زینت) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا زمین کی برکات۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا کے تحت فرمایا ہے کہ دنیوی زندگی کی زینت مراد ہے (لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ) فرمایا ہم اس میں انہیں آزمائیں گے۔ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اور جن ظاہری نعمتوں سے یہ لطف اندوز ہو رہے ہیں اس کی نسبت جو تمہارے رب کی عطا اور بخشش ہے وہ بہتر اور دائمی ہے (وہ کفار کے مال و متاع سے ہزار درجے بہتر ہے کیونکہ وہ سب ساز و سامان عارضی اور فانی ہے جب کہ آپ کو جو ہدایت اور نبوت کا منصب رفیع ملا ہے یا آخرت میں جنت اور مراتب قرب عطا فرمائے گا وہ دائمی اور سرمدی کمالات ہیں)

امام ابن ابی سعد رحمہ اللہ نے حضرت سعدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رِزْقُ رَبِّكَ سے مراد جنت کا رزق ہے۔

امام المرہبی رحمہ اللہ نے فضل العلم میں حضرت زیاد الصدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو علم طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل ہوتا ہے۔

امام المرہبی رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو علم کی تلاش میں نکلتا ہے فرشتے اس پر سایہ کرتے ہیں، اس کی معیشت میں اس کے لیے برکت ڈالی جاتی ہے اور اس کے رزق میں کمی نہیں ہوتی (بلکہ) اس پر برکتیں ہوتی ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 273

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

"اور حکم دیجئے اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود بھی پابند رہیے اس پر نہیں سوال کرتے ہم آپ سے روزی کا (بلکہ) ہم ہی روزی دیتے ہیں آپ کو اور اچھا انجام پرہیز گاروں کا ہی ہوتا ہے"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں اہل سے مراد قوم ہے۔

ابن ابی حاتم نے سفیان ثوری سے لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم تجھے اس کی طلب کا مکلف نہیں کرتے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ اہل دنیا کے پاس جاتے تو ان کی دنیا کو ایک نظر دیکھتے پھر جب واپس گھر آتے تو گھر میں داخل ہو کر یہ آیت پڑھتے وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ...... نَحْنُ نَرْزُقُكَ پھر گھر والوں کو فرماتے نماز پڑھو، نماز پڑھو، اللہ تم پر رحم فرمائے۔

امام ابن مردویہ، ابن عساکر اور ابن النجار نے ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ ماہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت آتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اَلصَّلَاةَ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (احزاب)

امام احمد نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کو کوئی تکلیف لاحق ہوتی تو آپ انہیں نماز کا حکم دیتے۔ حضرت ثابت فرماتے ہیں: انبیائے کرام پر جب بھی کوئی مشکل امر آپڑتا تو وہ نماز کی پناہ لیتے۔

امام عبد الرزاق نے المصنف میں اور عبد بن حمید نے معمر عن رجل من قریش کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو رزق کی تنگی محسوس ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز کا حکم فرماتے، پھر یہ آیت پڑھتے وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (1)

امام ابو عبید، سعید بن منصور، ابن المنذر، طبرانی نے الاوسط میں، ابو نعیم نے الحلیہ میں بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی شدت یا تنگی آجاتی تو آپ گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے۔ (2)

امام مالک اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت اسلم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رات کو نماز ادا فرماتے جتنا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا حتی کہ جب رات کا آخری وقت ہوتا تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے جگاتے اور انہیں کہتے الصلوۃ...... الصلوۃ۔ اور یہ آیت پڑھتے وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں ابی نے فرمایا: جب تم

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 18-417 (4756)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 487 (890)، مطبعۃ المعارف الریاض

میں سے کوئی دنیا کی زینت اور اس کی چمک دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ گھر لوٹ آئے، اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی اس پر دوام اختیار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو فرمایا وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ الخ۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی سے وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اس سے مراد جنت ہے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَ لَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

''اور کفار کہتے ہیں کہ (یہ نبی) کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس کوئی نشانی اپنے رب کے پاس سے (ان سے پوچھو) کیا نہیں آ گیا ان کے پاس واضح بیان جو پہلی نازل شدہ کتابوں میں ہے۔ اور اگر ہم انہیں ہلاک کر دیتے کسی عذاب سے اس سے پہلے تو کہتے اے ہمارے رب! کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تا کہ ہم پیروی کرتے تیری آیتوں کی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل اور رسوا ہوئے۔ (اے حبیب!) آپ انہیں فرمائیے ہر شخص (انجام کا) منتظر ہے سو تم بھی انتظار کرو، تم عنقریب جان لو گے کون ہیں سیدھی راہ (پر چلنے) والے اور کون ہدایت یافتہ ہیں''۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الصُّحُفِ الْاُوْلٰى سے مراد تورات اور انجیل ہیں۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایام فترہ میں ہلاک ہونے والا معتوہ (پاگل) اور بچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَ لَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ الخ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: الصِّرَاطِ السَّوِيِّ سے مراد عدل کا راستہ ہے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 201 (35336)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 267 (35952)